قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

# الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 27 دسمبر 2021ء | 22 جمادی الاول 1443 ہجری قمری | 27 فتح 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:308

## ارشاد باری تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۹﴾

(البقرہ: 209)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

## فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ برکت ہمیشہ نظام جماعت کی اطاعت اور اس کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی ہے۔ اس لئے اگر کبھی کسی کے خلاف غلط فیصلہ ہو جاتا ہے، تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ، صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے، بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہر ایک کی اپنی سمجھ ہے۔ قضاء نے اگر کوئی فیصلہ کیا ہے اور ایک فریق کے مطابق وہ صحیح نہیں ہے پھر بھی اس پر عمل درآمد کروانا چاہئے اور دعا کریں کہ قاضیوں کو اللہ تعالیٰ صحیح فیصلے کی توفیق دے۔ قاضیوں کو بھی غلطی لگ سکتی ہے لیکن ہر حالت میں اطاعت مقدم ہے۔ بعض لوگ اتنے جذباتی ہوتے ہیں کہ بعض فیصلوں کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسوب ہونے سے ہی انکاری ہو جاتے ہیں۔ تو یہ بدنصیبی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ، اپنے آپ کو آگ میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کے چند سکّوں کے عوض اپنا ایمان ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ جماعت میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شامل ہوئے ہیں، کسی عہدیدار کی جماعت میں تو شامل نہیں ہوئے کہ اس کی غلطی کی وجہ سے اپنا ایمان ہی ختم کر لیں۔ بہرحال عہدیداروں کو بھی احتیاط کرنی چاہئے اور کسی کمزور ایمان والے کے لئے ٹھوکر کا باعث نہیں بننا چاہئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ عہدیدار بھی پوچھے جائیں گے اگر صحیح طرح سے وہ اپنے فرائض ادا نہیں کر رہے، بقیہ صفحہ 14 پر

اس شمارہ میں

دربارِ خلافت
کاش ہم بھی منائیں جلسہ (منظوم)
خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

## فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

### سنو اور اطاعت کرو

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنو اور اطاعت کرو۔ خواہ تم پر ایسا حبشی غلام (حاکم بنا دیا جائے) جس کا سر منقہ کی طرح (چھوٹا) ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو نظام سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

(صیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن وتحذیر الدعاۃ الی الکفر)

## حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

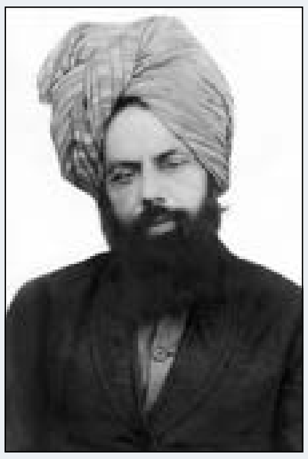

### کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اے ایمان والو! خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو اور شیطانی راہوں کو اختیار مت کرو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس جگہ شیطان سے مراد وہی لوگ ہیں جو بدی کی تعلیم دیتے ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 416)

’’ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا...... اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 439 ایڈیشن 1984ء)

’’کیا اطاعت ایک سہل امر ہے جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے، اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 411 ایڈیشن 1984ء)

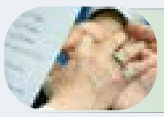

## دربارِ خلافت

# محمدؐ کی تعلیم و نمونہ امن عالم کی ضمانت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر Karen Armstrong (کیرن آرم سٹرانگ) Muhammad–A Biography of the Prophet میں تحریر کرتی ہے کہ:

’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بنیادی توحید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز کرنا پڑا۔ جب آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا۔عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ وہ لوگ ابھی اس اعلیٰ معیار کے نظریہ (یعنی توحید) کے قابل نہ ہوئے تھے۔ درحقیقت اس متشدد اور خوفناک معاشرہ میں اس نظریہ کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہوسکتا تھا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً بہت ہی خوش قسمت ہوتے اگر اس معاشرہ میں اپنی زندگی کو بچا پاتے۔ درحقیقت محمد کی جان اکثر خطرہ میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا، پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کامیاب ہوئے۔ اپنی زندگی کے اختتام تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبائلی تشدد کی پرانی روایت کا قلع قمع کر دیا اور عرب معاشرہ کے لئے لادینیت کوئی مسئلہ نہ رہا۔ اب عرب قوم اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی۔‘‘

(Muhammad – A Biography of the Prophet by Karen Armstrong, Page 53 - 54)

پھر کیرن آرم سٹرانگ ہی لکھتی ہیں کہ: ’’آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام‘‘، (عیسائیت کے بارے میں، اپنے مغرب کے بارے میں لکھ رہی ہیں) ’’آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام، جس نے مذہبی مباحثات پر پابندی لگائی۔ صلیبی جنگوں کے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یورپ دوسروں کے نظریات کو دبانے کی آرزو میں جنونی ہوچکا تھا اور جس جوش سے اس نے اپنے مخالفین کو سزائیں دی ہیں، مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلافِ رائے کرنے والوں پر مظالم، Protestants پر Catholics کے مظالم اور اسی طرح Catholics پر Protestants کے مظالم کی بنیاد اُن پیچیدہ مذہبی عقائد پر تھی جن کی اجازت یہودیت اور اسلام نے ذاتی معاملات میں اختیاری طور پر دی ہے۔ عیسائی ملحدانہ عقائد کا یہودیت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں جن کے مطابق (عیسائی مذہب) الوہیت کے بارے میں انسانی تصورات کو ناقابلِ قبول حد تک لے جاتا ہے بلکہ اسے مشرکانہ بنا دیتا ہے۔‘‘

(ایضاً Page 27)

پھر اینی بسانٹ (Annie Besant) اپنی کتاب ’’The Life and Teachings of Muhammad‘‘ میں لکھتی ہے کہ: ’’ایک ایسے شخص کیلئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اُس نے اپنی زندگی گزاری، اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اِس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے۔ مَیں جو باتیں کہہ رہی ہوں اُن کے متعلق بہت لوگوں کو شاید پہلے سے علم ہو گا لیکن میں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کیلئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اُس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے۔‘‘

(The Life and Teachings of Muhammad, Madras, 1932, Page 4)

پھر Ruth Cranston (روتھ کرینسٹین) World Faith (ورلڈ فیتھ) میں لکھتی ہیں کہ: ’’محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی، مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحے اور طریق سے لڑے جو اُس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ چودہ کروڑ عیسائیوں میں سے (1949ء میں یہ کتاب چھپی تھی) جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو تہ تیغ کیا ہو۔عرب کے نبی کے ہاتھوں ساتویں صدی کے تاریکی کے دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اس بیان کی تو حاجت ہی نہیں جو قتل انکوزیشن (Inquisition) اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ ان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں پھر رہے تھے۔‘‘

(World Faith by Ruth Cranston, Haper and Row Publishers, New York, 1949, Page 155)

پھر Godfrey Higgins (گاڈ فرے ہیگنز) لکھتے ہیں کہ: ’’اس بات سے زیادہ عام

بقیہ صفحہ 14 پر

# کاش ہم بھی منائیں جلسہ

یہ پیاسی ارواح کی تڑپ ہے    لپک لپک کر فدا ہوئے ہیں
کہ کاش ہم بھی منائیں جلسہ    ولید ، شابل ہوں یا ہوں ناصر
کہ ہر دسمبر اُبلتے سینوں    شہید سارے مجھے ہیں پیارے
سسکتی آہوں ، ٹپکتی پلکوں سے    اُنہی کے دم سے ہماری نبضوں میں
خوں بہائے گزر رہا ہے    زندگی کی رمق ہے باقی
وہ سردیوں کی طویل راتیں    یہ آہ و زاری، یہ گریہ اپنا
اُداسیوں میں گزر رہی ہیں    کبھی نہ ضائع ہوا تھا پہلے
جو تیری صحبت نصیب ہوتی    جواب کے آئی ہے اس میں شدت
تو آج موسم کچھ اور ہوتا    نئے اُفق سے نرالے رنگ میں
میں بھولی بسری تمام    نئی سحر اک طلوع ہو گی
یادوں کو کر کے یکجا    تمہاری نفرت ، تمہاری حسرت
ترے ہی قدموں میں ڈھیر کرتا    تمہی کو رسوا کرے گی اک دن
مگر ہمارے وطن میں    شہید بیٹوں کی مائیں اب بھی
ایسی منافرت کی ہوا چلی ہے    جوان بچوں کو پھر سے مسجد میں بھیجتی ہیں
کہ جس کی زد میں    جو دینِ واحد کی سر بلندی پہ
ہمارے بھائی لہو نہائے امر ہوئے ہیں    سجدہ گاہوں میں کٹ مرے ہیں
ہماری سوچوں، ہمارے جذبوں کو    انہی کے بچوں، یتیم بچوں کی ننھی آہیں
رنگ دے کر    فلک کے سینے کو چیر کر اب
سحر ہوئے ہیں    تمہارے اوپر
وہ لعل سارے جو تیری رہ میں    عذاب بن کر اتر رہی ہیں

صفوان احمد ملک۔جرمنی

# خلاصہ خطبہ جمعہ

## سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24/ دسمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆... ہجرت مدینہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا نصیب ہونا حضرت ابوبکرؓ کے لیے بہت بڑی سعادت تھی

☆... خدا تعالیٰ سے سفرِ ہجرت کی اجازت ملنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے

☆... حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی فراست سے سفرِ ہجرت کے لیے انتظامات کی ذمہ داریاں مختلف لوگوں کے سپرد کی ہوئی تھیں

☆... سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے دائیں بائیں چلتے تا کہ آپؐ ہر طرف سے محفوظ و مامون رہیں

## آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 24/ دسمبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ میں حضرت ابوبکرؓ کی مصاحبت کا بھی ذکر ہے۔ مکہ میں مقیم مسلمانوں پر جب کفار مکہ کا ظلم وستم مسلسل بڑھا تو اِسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب میں دو مسلمانوں کو شور زمین والی کھجوروں میں گھِرا مقام ہجرت دکھایا گیا۔ اُس کا جغرافیہ اور نقشہ دیکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب مدینہ کے سعادتمند انصار نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو القائے ربّانی سے آپؐ پر منکشف ہوا کہ وہ یثرب کی سرزمین ہے جو بعد ازاں مدینہ کے نام سے مشہور ہونے والی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی جس میں بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد اور بھی تیزی آ گئی۔ مکہ کے ظالم سردار غصہ سے تلملا کر مسلمانوں پر ظلم وستم کے نت نئے طریقے استعمال کرنے لگے لیکن صبر وشکر کرنے والے مومنوں کی جماعت میں سے جو ہجرت کر سکتے تھے مدینہ کی طرف مسلسل ہجرت کرتے چلے گئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِذن خداوندی کا انتظار فرما رہے تھے۔حضرت ابوبکرؓ نے جب ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ عَلٰی رِسْلِكَ فَاِنِّیْ اَرْجُوْا اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ یعنی ذرا ٹھہر جائیں کیونکہ میں بھی امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی اجازت دی جائے۔آخر مکہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور چند غلام رہ گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ کو جب یہ خدشہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ نہ چلے جائیں تو وہ آپؐ کے خلاف خفیہ مشورہ کرنے کے لیے قصی بن کلاب کے گھر دارلندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ دن یوم الزحمہ کہلاتا ہے۔اس مشورہ میں قریش کے نامی گرامی سرداران کی ایک بڑی جماعت کے علاوہ بعض ایسے سردار بھی شامل تھے جن کا شمار قریش سے نہیں ہوتا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مختلف تجاویز زیرغور آتی رہیں جیسے یا تو ایک ہی جگہ پابند کر دیا جائے یا پھر وطن سے نکال دیا جائے لیکن ابوجہل کی رائے تھی کہ قریش کے ہر قبیلے سے مضبوط اور حسب ونسب والا جوان چنا جائے اور وہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں۔اس طرح آپؐ کا خون سارے قبائل میں منقسم ہو جائے گا اور بنوعبدمناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے اور دیت دینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اس پر ایک چادر اوڑھے ہوئے بوڑھے، عمر رسیدہ، ابلیس صفت انسان جسے کوئی نہ جانتا تھا کہنے لگا میں اہل نجد میں سے ہوں اور تمہاری بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ اُس نے ابوجہل کی رائے کی بھرپور تائید کی جس پر سب نے اتفاق کرلیا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے جبرئیل کے ذریعہ ہجرت کی اجازت دی اور ساتھ ہی بفتح ونصرت واپس مکہ آنے کی بشارت بھی دی۔

ہجرت کی اجازت ملنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدید گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت پوری احتیاط کے ساتھ چادر اوڑھے تا کہ کسی کو آپؐ کا علم بھی نہ ہو حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا مجھے بھی ساتھ لے چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔سفر ہجرت سے متعلق چونکہ پہلے ہی اشارہ ہو چکا تھا اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی فراست سے دو اُونٹنیاں پہلے سے ہی آٹھ سو درہم میں خرید کر تیار کر لی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ سے ایک اونٹنی چار سو درہم اور ایک روایت کے مطابق آٹھ سو درہم میں خرید لی۔

منصوبے کے مطابق پہلی منزل غار ثور طے کی گئی جہاں تین دن قیام کرنا تھا۔ مکہ کے اطراف تمام صحرائی راستوں سے واقف ایک مشرک لیکن شریف النفس شخص عبداللہ بن اریقط کے حوالے تین اونٹنیاں کی گئیں کہ وہ تین دن بعد غار ثور پر علی الصبح لے کر آجائے۔ یہ شخص بعد ازاں مسلمان ہوگیا تھا۔حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ کے سپرد یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ روزانہ مکہ کے حالات رات کو غار ثور رپورٹ کریں گے۔حضرت ابوبکرؓ کے ایک دانا اور ذمہ دار غلام عامر بن فہیرہ کو یہ ڈیوٹی دی گئی کہ وہ اپنی بکریاں غار ثور کے گرد ہی چَرائے گا اور رات کے وقت دودھ دینے والی بکریوں کا تازہ دودھ فراہم کرے گا۔حضرت علیؓ کے سپرد یہ کام ہوا کہ وہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آپؐ کی سبز یا ایک روایت کے مطابق سُرخ رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سوئیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو امانتیں واپس کر کے تین دن بعد مدینہ پہنچ جائیں گے۔

سفر ہجرت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلنے کے معین وقت کے بارہ میں مختلف روایات ہیں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق آپؐ صبح کے وقت گھر سے نکلے اور کسی مخالف نے آپؐ کو نہیں دیکھا جبکہ مخالفین نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ یٰسین میں ذکر کیا ہے کہ ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلنے کے بعد کس طرف تشریف لے گئے اس بارہ میں بھی زیادہ درست اور قرین قیاس یہی ہے کہ آپؐ اپنے گھر سے نکل کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے اُن کے ساتھ غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔سفر ہجرت میں زادِ راہ کے لیے حضرت عائشہؓ نے کمال ذہانت سے دونوں افراد کے لیے کچھ سامان ایک تھیلے میں ڈال دیا۔ تھیلے کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت اسماءؓ نے اپنا نطاق یعنی کمر بند سے ایک ٹکڑا اپھاڑ کر اُس سے تھیلے کا منہ بند کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اسماءؓ! اللہ تمہارے اس نطاق کے بدلے میں تمہیں جنت میں دو نطاق عطا کرے گا۔ اس کے بعد حضرت اسماءؓ کا نام ہمیشہ کے لیے **ذات النطاق** پڑ گیا۔

سفر ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیرلب اس آیت کا ورد فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ’’وَ قُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا۔ (بنی اسرائیل:17) اور تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لیے طاقتور مددگار عطا کر۔‘‘ جبکہ شرح زرقانی میں ایک دعا کا بھی ذکر ملتا ہے۔ خانہ کعبہ کے پیچھے سے گزرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف اپنا رُخِ مبارک کر کے فرمایا کہ بخدا اے مکہ تو اللہ کی زمین میں سے مجھے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر تیرے باشندے مجھے زبردستی نہ نکالتے تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ غارِ ثور کے سفر کے دوران حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر آپؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں چلتے تا کہ آپؐ ہر طرف سے محفوظ و مامون رہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس پہاڑی سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک بھی زخمی ہو گئے تھے۔ غارِ ثور پہنچنے پر حضرت ابوبکرؓ کسی بھی خطرے کے پیش نظر پہلے خود اندر گئے اور غار کی صفائی ستھرائی بھی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی دعوت دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی ران پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پاؤں ایک سوراخ پر رکھ دیا جس سے کوئی بچھو یا سانپ وغیرہ ڈستا رہا لیکن آپؓ نے ذرا جنبش نہ فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولنے پر حضرت ابوبکرؓ کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت دیکھ کر ماجرا پوچھا اور اپنا لعاب مبارک وہاں لگایا جس کے بعد اُن کا پاؤں ایسا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر حضرت علیؓ کے سونے کا علم ہوا تو آپؓ کو زدوکوب کر کے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت اسماءؓ سے باز پُرس کے دوران ابوجہل نے زور سے اُن کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے اُن کے کان کی بالی ٹوٹ گئی۔ آخر کار رئیسِ مکہ امیہ بن خلف خود ایک ماہر کھوجی علقمہ بن کرز کو لے کر اپنے ساتھیوں سمیت عین غار ثور کے دہانے تک جا پہنچا۔حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اُن کے پاؤں دیکھ رہا تھا اور کوئی ایک بھی اندر جھانک لیتا تو ہم پکڑے جاتے۔لیکن خطرے کی اس گھڑی میں معجزانہ قدرت الٰہی سے ایک مکڑے نے غار کے منہ پر جالہ بُن دیا اور کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیے۔ اس کے بعد کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

## خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03/ دسمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقب عالیہ

’’سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔‘‘ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

’’بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اوّل تھے۔‘‘ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج

### حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر

شروع ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ تھا اور عثمان بن عامر ان کے والد کا نام تھا۔ کنیت ابوبکر تھی اور آپؓ کے لقب ’عتیق‘ اور ’صدیق‘ تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد 573ء میں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کا نام جیسا کہ مَیں نے کہا عبداللہ تھا۔ آپؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرَّہ سے تھا۔ جاہلیت میں آپؓ کا نام عبدالکعبہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا اور ان کی کنیت ابوقُحافہ تھی اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت صَخر بن عامر تھا اور ان کی کنیت اُمُّ الخَیر تھی۔ ایک قول کے مطابق آپؓ کی والدہ کا نام لَیلیٰ بنت صَخر تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۹۱ – ۹۲، عبد اللّٰہ بن ابی قحافۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۹۰، ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۶ء)
(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۴، عبد اللّٰہ بن عثمان، دارالفکر بیروت، ۲۰۰۳ء)
(اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں مُرَّہ پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 57 اردو ترجمہ انجم سلطان شہباز بک کارنر شو روم جہلم)

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا سلسلہ نسب ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے چھٹی پشت پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(سیدنا ابوبکر صدیق کی زندگی کے سنہرے واقعات از عبدالمالک مجاہد صفحہ 29 مطبوعہ دار السلام)

ابوقحافہ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی اہلیہ ام الخیر ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔

(الروض الانف جلد اول صفحہ ۴۳۰ ’’اسلام ابی بکر‘‘۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اول)

یعنی حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ان کے والد کے چچا کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے والدین حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور ان دونوں نے اپنے بیٹے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ورثہ پایا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد پہلے ان کی والدہ کی وفات ہوئی۔

(اسد الغابۃ جلد ۷۔ ام الخیر بنت صخر زیر حرف الخاء صفحہ ۳۱۴-۳۱۵۔ دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۸ء)

اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے والد نے 14/ ہجری میں 97 برس کی عمر میں وفات پائی۔

(الاصابہ جلد ۳۔ حرف العین زیر لفظ عثمان بن عامر۔ صفحہ ۳۲۴۔ دار الفکر ۲۰۰۱ء)

### حضرت ابوبکرؓ کے والد اور والدہ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔

آپؓ کے والد کے ایمان لانے کا واقعہ یوں ہے کہ آپ کے والد فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جا چکی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم اس بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو گھر ہی رہنے دیتے۔ مَیں خود ان کے پاس آ جاتا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ یہ کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام لے آئیں۔ آپ سلامتی میں آ جائیں گے۔ چنانچہ ابوقحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر جلد ۴ صفحہ ۳۷۴-۳۷۵ ذکر عثمان بن عامر، ابوقحافۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کا سر اور داڑھی ثَغامہ کی طرح سفید ہو چکے تھے۔ ثَغامہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سفید رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا جو پہاڑوں پر اُگتا تھا۔ بہرحال بالکل سفید بال تھے۔ داڑھی بہت سفید تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کسی اَور رنگ سے تبدیل کر دو یعنی اس پہ خضاب لگا دو۔ رنگ کر دو زیادہ بہتر ہے لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب الادب باب فی صبغ الشعر و تغییر الشیب حدیث ۳۹۱۱ مترجم جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۸-۱۹۹)

یہ مطلب نہیں تھا کہ سیاہ رنگ کوئی برائی ہے بلکہ شاید آپ نے خیال فرمایا ہو کہ عمر کے اس حصہ میں بالکل سیاہ رنگ کے بال چہرے پر شاید مناسب نہ لگیں تو بہرحال آپ نے کہا اس کو رنگ دینا چاہیے، خضاب لگا دینا چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھیں۔ اس کا ذکر سیرت حلبیہ میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف لے گئے تا کہ وہاں آپؐ اور آپؐ کے صحابہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد اڑتیس (38) تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مسجد حرام میں تشریف لے چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہماری تعداد قلیل ہے لیکن حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف لائے۔ وہاں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے سامنے خطاب کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خطاب میں لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔ اس طرح آپؓ

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خطیب

ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ اس پر مشرکین حضرت ابوبکرؓ اور مسلمانوں کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور انہیں بُری طرح مارا پیٹا۔ حضرت ابوبکرؓ کو پیروں تلے روندا گیا اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا۔ عُتْبہ بن رَبِیعہ حضرت ابوبکر کو ان جوتوں سے مار رہا تھا جس پر دوہرا چمڑا لگا ہوا تھا۔ اس نے ان جوتوں سے حضرت ابوبکرؓ کے چہرے پر اتنا مارا کہ منہ سوج جانے کی وجہ سے آپؓ کے چہرے پر ناک کی بھی پہچان نہیں ہو پا رہی تھی۔ پھر بنو تیم کے لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور مشرکین کو حضرت ابوبکرؓ سے دور کیا۔ بنو تیم کے لوگوں نے آپؓ کو ایک کپڑے میں ڈال کر اٹھایا اور انہیں ان کے گھر میں لے گئے اور انہیں حضرت ابوبکرؓ کی موت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس حد تک مارا تھا۔ اس کے بعد بنو تیم کے لوگ واپس آئے اور مسجد میں، خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کہا خدا کی قسم! اگر ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو ہم ضرور عُتبہ کو قتل کر دیں گے، جس نے زیادہ مارا تھا۔ پھر وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس واپس آئے اور آپؓ کے والد ابوقحافہ اور بنو تیم کے لوگ آپؓ سے بات کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر آپؓ بیہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے یہاں تک کہ دن کے آخری حصہ میں آپؓ بولے اور سب سے پہلے یہ پوچھا کہ

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

مگر لوگوں نے ان کی بات کا جواب نہ دیا مگر آپؓ بار بار یہی سوال دہراتے رہے۔ اس پر آپ کی والدہ نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھے تمہارے ساتھی کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی بہن امِّ جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں۔ امِّ جمیلؓ پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے اسلام کو چھپایا کرتی تھیں۔ آپ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کریں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی والدہ اُمّ جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابوبکر، محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: میں محمدؐ کو نہیں جانتی اور نہ ہی ابوبکرؓ کو۔ پھر امِّ جمیل نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ سے کہا کہ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں

آپ کے ساتھ چلوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر وہ ان کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں تو اُمِّ جمیل نے آپ کو زخموں سے چُور زمین پر پڑا دیکھا تو چیخ اٹھیں اور کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے وہ یقیناً فاسق لوگ ہیں اور میں امید رکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے گا۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اُمِّ جمیل نے کہا یہ تمہاری والدہ بھی سن رہی ہیں۔ آپ نے کہا: وہ تمہارا راز ظاہر نہیں کریں گی۔ اس پر اُمِّ جمیل نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ آپؐ اس وقت کہاں ہیں؟ اُمِّ جمیل نے کہا دارِ ارقم میں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسولؐ کے اس اعلیٰ مقام کو دیکھیں، جب یہ بات سنی تو پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم! میں نہ کھانا چکھوں گا اور نہ پانی پیوں گا یہاں تک کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کی والدہ نے بتایا کہ ہم نے انہیں یعنی ابوبکرؓ کو کچھ دیر روکے رکھا یہاں تک کہ جب لوگوں کا باہر آنا جانا تھم گیا اور لوگ پُرسکون ہو گئے تو ہم آپؓ کو لے کر نکلے۔ آپؓ میرے سہارے سے چل رہے تھے یہاں تک کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بوسہ دینے کے لیے حضرت ابوبکرؓ پر جھکے اور مسلمان بھی آپؓ پر جھکے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس کے جو لوگوں نے میرے منہ پر چوٹیں لگائی ہیں اور یہ میری والدہ اپنے بیٹے سے اچھا سلوک کرنے والی ہیں۔ یہ مختصر سی باتیں کیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ کے بارے میں کہا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے طفیل ان کو آگ سے بچالے یعنی ایمان لے آئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی والدہ کے لیے دعا کی اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی جس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ ۴۱۸-۴۱۹ باب استخفائہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و اصحابہ فی دار الارقم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء) اس طرح حضرت ابوبکرؓ کی والدہ نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

## حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش

کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں اِصابہ جو صحابہ کی سوانح پر ایک مستند کتاب ہے اس کے مطابق حضرت ابوبکرؓ صدیق عَامُ الفِیل کے دو سال چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۴۵، عبد اللہ بن عثمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۵ء)

تاریخ طَبری اور طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ آپؓ عام الفیل کے تین سال کے بعد پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ ذکر وصیۃ ابی بکر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی طرح

## حضرت ابوبکرؓ کے لقب

ہیں۔ دو لقب مشہور ہیں جو بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک 'عتیق' اور ایک 'صدیق'۔

## عتیق

کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ کہ تم اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہو۔ پس اس دن سے آپؓ کو عتیق کا لقب دیا گیا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب تسمیتہ عتیقا حدیث ۳۶۷۹)

بعض مؤرخین لقب کے بجائے حضرت ابوبکرؓ کا نام عتیق بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ لقب نہیں بلکہ آپؓ کا نام تھا لیکن یہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سُیُوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں امام نَوَوِی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام عبد اللہ تھا اور یہی زیادہ مشہور اور درست ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کا نام عتیق تھا لیکن درست وہی ہے جس پر اکثر علماء متفق ہیں کہ عتیق آپ کا لقب تھا نہ کہ نام۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

سیرت ابنِ ہشام میں لقب عتیق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اور آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام اسلام ابی بکر و من معہ صفحہ ۱۱۷۔ دار ابن حزم ۲۰۰۹ء)

سیرت ابن ہشام کی شرح میں عتیق لقب کی درج ذیل وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ عتیق کا مطلب ہے اَلْحَسَنُ یعنی عمدہ صفات والا۔ گویا کہ آپ کو مذمت اور عیوب سے بچایا گیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ انہوں نے نظر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ ہوا تو وہ اس کا نام عبد الکعبہ رکھیں گی اور اس کو کعبہ کے لیے وقف کر دیں گی۔ جب آپؓ زندہ رہے اور جوان ہو گئے تو آپؓ کا نام عتیق پڑ گیا گویا کہ آپؓ موت سے نجات دیے گئے۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اول صفحہ ۴۳۰ ''اسلام ابی بکر''۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اول)

ان کے علاوہ بھی لقب عتیق کی مختلف وجوہات ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق آپؓ کو عتیق اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپؓ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے اس پر عیب لگایا جاتا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۹۶۳، عبد اللہ بن ابی قحافۃ، دار الجیل بیروت)

عتیق کا ایک معنی قدیم یا پرانے کے بھی ہیں۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ کو عتیق اس وجہ سے بھی کہا جاتا تھا کہ آپؓ قدیم سے نیکی اور بھلائی کرنے والے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۴۶، عبد اللہ بن عثمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۵ء)

اسی طرح اسلام قبول کرنے میں اور بھلائی میں پہل کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المہاجرین و فضلھم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۳ء)

اور جو دوسرا لقب ہے

## صدیق

اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کیوں 'صدیق' نام رکھا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جہاں تک صدیق کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ لقب آپؓ کو دیا گیا تھا اس سچائی کی وجہ سے جو آپؓ سے ظاہر ہوتی رہی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو جو خبریں بتایا کرتے تھے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں جلدی کرنے کی وجہ سے آپؓ کا نام صدیق پڑ گیا۔

(تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی صفحہ ۲۸-۲۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء جو ہوا تھا تو صبح کو لوگ اس واقعہ کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ جب آپؐ نے بتایا اور لوگوں میں سے بعض جو آپؐ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے آپؐ کی تصدیق بھی کی تھی وہ پیچھے ہٹ گئے۔ بعض کمزور ایمان ایسے بھی تھے۔ اس وقت مشرکین میں سے کچھ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کیا آپؓ کو اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس لے جایا گیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر آپؐ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کی تصدیق کرتے ہو کہ رات کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ کیونکہ یہ بیت المقدس مکہ سے تقریباً تیرہ سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ہاں میں اُس کی بھی تصدیق کروں گا جو اس سے بھی بعید ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں صبح شام اترنے والی آسمانی خبر کے بارے میں بھی آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق پڑ گیا، آپؓ کو صدیق کہا جانے لگا۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۸۱ حدیث ۴۴۵۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)
(اٹلس سیرت نبوی صفحہ 136)

حضرت ابوہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام ابو وہب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے لے جایا گیا یعنی واقعہ اسراء میں تو مَیں نے جبریل سے کہا یقیناً میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی یعنی میری بات کو سچ نہیں مانے گی تو جبریل نے کہا۔ یُصَدِّقُكَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ۔ یعنی آپؐ کی تصدیق ابوبکرؓ کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ یہ طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۲۷، ''ابوبکر الصدیق'' دار الکتب العلمیۃ ۱۹۹۰ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے کہ جب اسراء کا واقعہ ہوا تو لوگ دوڑے دوڑے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا دوست کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں۔'' حضرت مصلح موعودؓ لکھ رہے ہیں کہ ''اگر معراج کا ذکر ساتھ ہی آپؐ نے کیا ہوتا'' یعنی ایک ہی وقت میں بتایا ہوتا یا ایک ہی واقعہ ہوتا ''تو کفار اس حصہ پر زیادہ شور کرتے مگر انہوں نے صرف یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس تک گیا تھا۔ پھر جب ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو لوگوں نے کہا: کیا آپ اس خلافِ عقل بات کو بھی مان لیں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: مَیں تو اس کی یہ بات بھی مان لیتا ہوں کہ صبح شام اس پر آسمان سے کلام اترتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 286)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؓ میں کیا کیا کمالات تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت ابوبکرؓ نے جو صدق دکھایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو

اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو مجاہدہ کرے اور پھر حتی المقدور دعا سے کام لے۔ جب تک ابوبکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا صدیقی کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 372 تا 373)

عَتیق اور صِدّیق کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

## حضرت ابوبکرؓ کے دیگر القابات

بھی تھے یعنی جیسے

### خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہ

حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے ایک آدمی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یا خلیفۃ اللہ! اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفہ رسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں اور میں اسی پر راضی ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ ذکر بیعۃ ابی بکر مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

صحیح بخاری کے شارح علامہ بدر الدین عینی بیان کرتے ہیں کہ مؤرخین وغیرہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا لقب خلیفہ رسول اللہ تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المھاجرین وفضلھم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳ء)

لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہ لقب ہے۔ یہ بعد کی بات ہے۔ لوگوں نے نام رکھا یا آپؓ نے خود اپنے لیے پسند کیا۔

### اَوَّاہٌ

ایک یہ بھی لقب ہے۔ اَوَّاہٌ کا معنی ہے بہت ہی بردبار اور نرم دل۔ طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو ان کی نرمی اور رحمت کی وجہ سے اَوَّاہٌ کا کہا جاتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

### اَوَّاہٌ مُّنِیْب

اَوَّاہٌ مُّنِیْب کا مطلب ہے بہت ہی بُردبار، نرم دل اور جھکنے والا۔ طبقاتِ کبریٰ میں ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو سناوہ منبر پر کہہ رہے تھے غور سے سنو۔ راوی نے کہا حضرت علیؓ کو سناوہ منبر پر کہہ رہے تھے کہ غور سے سنو کہ حضرت ابوبکرؓ بہت ہی بردبار، نرم دل اور جھکنے والے تھے۔ غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو خیر خواہی عطا کی جس کے نتیجہ میں وہ خیر خواہ ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ء)

### اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے معنی ہیں شکر کرنے والوں کا سردار۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کثرت شکر کی وجہ سے اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کہا جاتا تھا۔ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اَمِیْرُ الشَّاکِرِیْن کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری کتاب بدء الخلق باب مناقب المھاجرین و فضلھم جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳ء)

### ثَانِیَ اثْنَیْن

یہ بھی ایک لقب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے ثَانِیَ اثْنَیْن کے لقب سے پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ (التوبۃ: 40) کہ اگر تم اس رسول کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ تعالیٰ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا وطن سے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصدیق کے نام اور نبی ثقلین کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ کی خلعت فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا … کیا تمہیں کسی ایسے شخص کا علم ہے جسے ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ کے نام سے موسوم کیا گیا اور نبی دو جہان کے رفیق کا نام دیا گیا ہو اور اس فضیلت میں شریک کیا گیا ہو کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اسے دو تائید یافتہ میں سے ایک قرار دیا گیا ہو۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی قرآن میں اس تعریف جیسی تعریف کی گئی ہو اور جس کے مخفی حالات سے شبہات کے ہجوم کو دور کر دیا گیا ہو اور جس کے بارے میں نصوصِ صریحہ سے نہ کہ ظنی شکی باتوں سے یہ ثابت ہو کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں۔ بخدا اس قسم کا صریح ذکر جو تحقیق سے ثابت شدہ ہو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مخصوص ہے میں نے رَبِّ بَیۡتِ عَتِیۡق کے صحیفوں میں کسی اَور شخص کے لئے نہیں دیکھا۔ پس اگر تجھے میری اس بات کے متعلق شک ہو یا تمہارا ایسا گمان ہو کہ میں نے حق سے گریز کیا ہے تو قرآن سے کوئی نظیر پیش کرو اور ہمیں دکھاؤ کہ فرقان حمید نے کسی اور شخص کے لئے ایسی صراحت کی ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔‘‘ (سرالخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 60، 63 تا 64) سر الخلافہ میں آپؑ نے یہ فرمایا۔

پھر ایک لقب

### صاحب الرسول

بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے رسول کا ساتھی۔ حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جماعت سے کہا تم میں سے کون سورۂ توبہ پڑھے گا۔ ایک شخص نے کہا میں پڑھتا ہوں۔ پھر جب وہ آیت اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ کہ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، یہاں تک پہنچا تو حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی تھا۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۵۶، باب عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ…… دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

پھر

### آدم ثانی

ایک لقب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا یہ وہ لقب ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو عطا فرمایا ہے، آپؑ نے حضرت ابوبکرؓ کو آدم ثانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں بیان فرماتے ہیں ’’ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔‘‘

(مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب مطبوعہ ربوہ)

سر الخلافہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ’’اور بخدا آپ اسلام کے لئے آدم ثانی اور خیر الانام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کے مظہر اول تھے۔‘‘

(سرالخلافہ اردو ترجمہ صفحہ 51 - 52)

پھر

### خلیل الرسول

ایک لقب ہے۔ سیرت کی کتابوں میں خلیل الرسول بھی حضرت ابوبکرؓ کا لقب بیان کیا گیا ہے اور اس کی بنیاد کتب حدیث میں موجود ایک روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مرض الموت کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں نے لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ضرور حضرت ابوبکرؓ کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، حدیث نمبر ۴۶۷)

ہمارے ریسرچ سیل نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے اور سوال ان کا ٹھیک ہے کہ اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خلیل کسی کو بناتے تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتے لیکن بنایا نہیں۔ اس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی ایک جگہ فرمادی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ اگر میں کسی کو دنیا میں خلیل بناتا تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’یہ جملہ بھی قابل تشریح ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو آپ دوست تو رکھتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب؟ بات اصل میں یہ ہے کہ خُلَّت اور دوستی تو وہ ہوتی ہے جو رگ و ریشہ میں دھنس جائے۔ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ اور اس کے لئے مخصوص ہے۔ دوسروں کے ساتھ محض اخوت اور برادری ہے۔ خُلَّت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ وہ اندر دھنس جاوے‘‘ یعنی خُلَّت کی اعلیٰ قسم کی جو پہچان ہے وہ یہ ہے۔ اعلیٰ مقام ہے ’’جیسے یوسف زلیخا کے اندر رچ گیا تھا۔ بس یہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک فقرہ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تو کوئی شریک نہیں۔ دنیا میں اگر کسی کو دوست رکھتا تو ابوبکرؓ کو رکھتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 277)

اللہ تعالیٰ کا تو ایک مقام ہے اس جیسا مقام کسی کو نہیں مل سکتا لیکن بہرحال جو دنیا کی دوستی ہے اس میں اگر کوئی دوستی ہے تو ابوبکر کی۔ یعنی دوستی تو تھی لیکن اللہ تعالیٰ سے دوستی کے مقابلے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دوستی ہے۔ دنیا کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جیسی دوستی کرنا ایک نبی کے لئے اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ممکن ہی نہیں تھا یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر کوئی بات دنیاداری کے لحاظ سے ممکن تھی تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام کے

سب سے زیادہ حق دار ابوبکر ہیں۔

## آپؓ کی کنیت

کیا تھی؟ حضرت ابوبکرؓ کی کنیت 'ابوبکر' تھی اور اس کی ایک سے زائد وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔بعض کے نزدیک بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کو اونٹوں کی پرورش اور غور و پرداخت میں بہت دلچسپی اور مہارت تھی اس لیے لوگوں نے آپؓ کو ابوبکر کہنا شروع کر دیا۔ بَکَّرَ کا ایک معنی جلدی کرنا بھی ہے۔ پہل کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔بعض کے بقول یہ کنیت اس لیے پڑی کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اِنَّهُ بَكَّرَ اِلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ غَيْرِهٖ۔انہوں نے دوسروں سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔

(ماخوذ از عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 41۔ البدر پبلیکیشنز۔ 2000ء)

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ان کو پاکیزہ خصلتوں میں اِبْتِکَار یعنی پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابوبکر کہا جاتا تھا۔

(السيرة الحلبية جلد اول صفحہ ۳۹۰ باب ذکر اول الناس ایمانا به ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

## حلیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حلیہ کے بارہ میں روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابوبکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہبند بھی کمر پر نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۔ ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روزِ قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے یعنی ایک سائیڈ جو ہے وہ ڈھیلی رہتی ہے اور نیچے آجاتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث ۳۶۶۵:) یہ جائز ہے۔ کوئی بات نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ مہندی اور کَتَمْ سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شَیْبِہٖ ﷺ روایت نمبر ۶۰۷۳)

کَتَمْ۔یہ بُوٹی بلند پہاڑوں پر اگتی ہے اور وَسْمَہ کے ساتھ ملا کر لگائی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بالوں کو سیاہ رنگت دی جاتی تھی۔

(لسان العرب زیر مادہ ''کتم'')

## اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پیشہ اور قریش میں آپؓ کے مقام

کے بارے میں تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ آپؓ نرم مزاج شخص تھے۔قریش کے حسب و نسب اور اس کی اچھائی اور برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپؓ تجارت کرنے والے شخص تھے اور اچھے اخلاق اور نیکیوں کے مالک تھے۔ آپؓ کی قوم کے لوگ ایک سے زائد باتوں کی وجہ سے آپؓ کے پاس آتے اور آپؓ سے محبت رکھتے تھے۔یعنی آپؓ کے علم کی وجہ سے، آپؓ کے تجربات کی وجہ سے اور آپؓ کی اچھی مجلسوں کی وجہ سے۔

(تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۵۴۰-۵۴۱ تاریخ ما قبل الھجرۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی اور اس کا ہر فرد اسی شغل میں مشغول تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے بھی بڑے ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی جس میں انہوں نے غیر معمولی فروغ حاصل کیا اور ان کا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔تجارت کی کامیابی میں ان کی جاذبِ نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کو بھی بڑا خاصا دخل تھا۔

(حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی، صفحہ 41، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت ابوبکرؓ کا راس المال چالیس ہزار درہم تھا۔ آپؓ اس میں سے غلاموں کو آزاد کرواتے اور مسلمانوں کی خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپؓ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۸ ذکر عبد اللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۵ء)

## اسلام سے قبل کے بعض واقعات

ہیں۔حضرت ابوبکرؓ اپنی مالی وسعت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے قریش میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ آپؓ رؤسائے قریش میں سے تھے اور ان کے مشوروں کے محور تھے۔ آپؓ سب سے زیادہ پاکیزہ اور نیک لوگوں میں سے تھے۔ آپؓ رئیس، معزز، سخی تھے اور بکثرت اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم میں ہر دلعزیز اور محبوب تھے۔ اچھی مجلسوں والے تھے۔ آپؓ تعبیر الرؤیا میں لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے تھے یعنی آپؓ کا اس بارے میں بہت علم تھا۔علم تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے عالم ابن سیرین کہتے ہیں کہ

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اس امت کے سب سے بڑے تعبیر الرؤیا کے عالم تھے اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔

جُبَیر بن مُطْعِم جو کہ اس فن، علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے نسب کا علم حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابوبکرؓ قریش میں سے قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں ان کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور آپؓ ان کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے یعنی حضرت ابوبکرؓ برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابوطالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے۔حضرت عَقیلؓ حضرت ابوبکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آباو اجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔حضرت عقیلؓ مسجد نبوی میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔

## اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے

چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ سے مدد طلب کر لیا کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۰ باب اول الناس ایمانا به ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

مکہ میں بسنے والے تمام قبائل کو کعبہ کے مناصب کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی منصب حاصل ہوتا تھا اور کوئی فریضہ تفویض ہوتا تھا۔ بنو عبد مناف کے سپرد حاجیوں کے لیے پانی کی فراہمی اور انہیں ضروری آسائشیں فراہم کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ بنو عبد الدار کے ذمہ جنگ کے وقت علمبرداری، کعبہ کی دربانی اور دار الندوہ کا انتظام تھا۔لشکروں کی سپہ سالاری حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبیلہ بنو مخزوم کے حصہ میں آئی تھی۔خون بہا اور دِیَتیں اکٹھا کرنا حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنو تَیم بن مُرہّ کا کام تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت ان کے سپرد کر دی گئی۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 59)

جب حضرت ابوبکرؓ کسی چیز کی دیت کا فیصلہ کرتے تو قریش آپؓ کی تصدیق کرتے اور آپؓ کی دیت کا لحاظ کرتے اور اگر آپؓ کے علاوہ کوئی اَور دیت کا فیصلہ کرتا تو قریش اس کو چھوڑ دیتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۳ صفحہ ۳۱۱، عبد اللہ بن عثمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۸ء)

## حِلف الفُضُول

میں حضرت ابوبکرؓ کی بھی شمولیت تھی۔ یہ غریبوں کی مدد کا، مظلوموں کی مدد کا وہ خاص معاہدہ تھا جس کا ''قدیم زمانہ میں عرب کے بعض شریف دل اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ باہم مل کر عہد کیا جاوے کہ ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور عربی میں چونکہ حق کو فضل بھی کہتے ہیں جس کی جمع فضول ہے اس لئے اس معاہدہ کا نام حلف الفُضُول رکھا گیا۔بعض روایتوں کی رو سے چونکہ اس تجویز کے محرک ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد حلف الفُضُول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بہرحال حَربِ فُجّار کے بعد اور غالباً اسی جنگ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زُبیر بن عبد المطّلِب کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس حلف کو پھر تازہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تحریک پر بعض قبائل قریش کے نمائندگان عبد اللہ بن جُدعَان کے مکان پر جمع ہوئے جہاں عبد اللہ بن جُدعَان کی طرف سے ایک دعوت کا انتظام تھا اور پھر سب نے اتفاق کر کے باہم قسم کھائی کہ ہم ہمیشہ ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس عہد میں حصہ لینے والوں میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زُہرہ اور بنو تَیم شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس موقعہ پر موجود تھے اور شریک معاہدہ تھے۔ چنانچہ آپؐ ایک دفعہ نبوت کے زمانہ میں فرماتے تھے کہ میں عبد اللہ بن جُدعَان کے مکان پر ایک ایسی قسم میں شریک ہوا تھا کہ اگر آج اسلام کے زمانہ میں بھی مجھے کوئی اس کی طرف بلائے تو مَیں اس پر لبیک کہوں گا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 104-105)

ایک مصنف حضرت ابوبکرؓ کی بھی حلف الفُضُول میں شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انجمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شامل ہوئے تھے۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز از محمد حذیفہ لاہوری۔ صفحہ 19 مکتبہ الحرمین لاہور)

## بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق اور دوستی

کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے علاوہ بعض اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور امانت اور آپؐ کی پاک فطرت اور عمدہ اخلاق سے اچھی طرح واقف تھے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔

(البدایة والنهایة جلد ۲ جزء ۳ باب ذکر اول من اسلم..... صفحہ ۲۹ و ۳۲۔ دار الکتب العلمیة ۲۰۰۱ء)

سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو یعنی حضرت ابو بکرؓ کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔ اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

(سیر الصحابة جلد اول حصہ اول صفحہ 56)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستانہ تعلقات کا دائرہ بہت ہی محدود نظر آتا ہے۔ دراصل شروع سے ہی آپؐ کی طبیعت علیحدگی پسند تھی اور آپؐ نے اپنی عمر کے کسی حِصہ میں بھی مکہ کی عام سوسائٹی میں زیادہ خلا ملا نہیں کیا۔ تاہم بعض ایسے لوگ بھی تھے جن کے ساتھ آپؐ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان سب میں ممتاز حضرت ابو بکرؓ یعنی عبد اللہ بن ابی قُحافہ تھے۔ جو قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قوم میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ دوسرے درجہ پر حَکِیم بن حِزَام تھے جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ یہ نہایت شریف الطبع آدمی تھے۔ شروع شروع میں یہ اسلام نہیں لائے لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ آخر سعادتِ طبعی اسلام کی طرف کھینچ لائی۔ پھر زَید بن عمرو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات تھے۔ یہ صاحب حضرت عمرؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی شِرک ترک کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے مگر یہ اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 114)

بہرحال حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات میں نمبر ایک پہ تھے۔ زمانہ جاہلیت سے ہی حضرت ابو بکرؓ کو شرک سے نفرت تھی اور اجتناب کرتے تھے۔

## حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شرک نہیں کیا اور نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا

چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ یقیناً حضرت ابو بکرؓ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن جوزی نے حضرت ابو بکرؓ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جاہلیت میں ہی بتوں کی عبادت سے انکار کر دیا تھا یعنی وہ کبھی بتوں کے پاس نہیں گئے۔

(السیرة الحلبیة جلد ۱۔ باب ذکر اول الناس ایمانا۔ صفحہ ۳۸۴-۳۸۵۔ دار الکتب العلمیة ۲۰۰۲ء)

زمانہ جاہلیت میں آپؓ کو شراب سے نفرت تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ

## حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

آپؓ نے نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں کبھی شراب پی۔

(کنز العمال جزء ۱۲ صفحہ ۴۹۰ مناقب ابو بکر حدیث ۳۵۶۰۹۔ مؤسسة الرسالة ۱۹۸۵ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مجمع میں حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اعوذ باللّٰہ۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنی پاکیزگی کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور پاکیزگی کو ضائع کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ۔ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ۔ یعنی ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ آپؐ نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۳۰، فصل: کان ابو بکر اعف الناس فی الجاھلیة، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

## قبولِ اسلام

کے بارے میں مختلف جگہوں پر روایات ملتی ہیں۔ بعض تفصیلی ہیں۔ بعض مختصر ہیں۔ بہرحال یہ بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین یعنی اسلام پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس صبح شام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الکَفَالة بَابُ جوار ابی بکر فی عهد النبی ﷺ وعقدہ حدیث نمبر ۲۲۹۷)

حضرت ابو بکرؓ کے

## قبولِ اسلام کے بارے میں مختلف روایات بیان

کی جاتی ہیں۔ شرحِ زُرْقَانِی میں حضرت ابو بکرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ حکیم بن حزام کے گھر میں تھے۔ اس وقت ان کی لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ تیری پھوپھی خدیجہ یہ بیان کرتی ہے کہ اس کا خاوند موسیٰ کی مانند بطور نبی بھیجا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ وہاں سے چپکے سے نکلے یہاں تک کہ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(شرح زرقانی علیٰ مواهب اللدنیه جلد ۱ صفحہ ۴۴۷-۴۴۸، ذکر اول من آمن باللّٰہ و رسولہ، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۶)

سیرتِ ابنِ ہشام کی شرح الرَّوْضُ الْاُنُف میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا اور اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے۔ پھر انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مکہ کی تمام جگہوں اور گھروں میں پھیل گیا ہے۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہو گیا ہے اور پھر گویا وہ چاند آپؓ کی گود میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بعض اہلِ کتاب علماء سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ وہ نبی جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا زمانہ آ گیا ہے اور آپؓ اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس وجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ آپؓ سعادت مند ہوں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے توقف نہ کیا۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرة النبویة لابن هشام جلد اول صفحہ ۴۳۱ ’’اسلام ابی بکر‘‘۔ دار الکتب العلمیة بیروت)

سُبُلُ الھدیٰ میں حضرت ابو بکرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا سبب آسمان سے نازل ہونے والی ایک وحی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ شام میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپؓ نے ایک رؤیا دیکھی اور اس رؤیا کو بَحِیْرَا راہب سے بیان کیا۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے پوچھا کہ آپؓ کہاں سے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ مکّہ سے۔ اس نے پوچھا: مکّہ کے کون سے قبیلہ سے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ قریش سے۔ اس نے پوچھا: آپؓ کیا کرتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: تاجر ہوں۔ اس پر بَحِیْرَا راہب نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رؤیا کو سچ کر دکھایا تو تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔

## تم اس نبی کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسے مخفی رکھا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ باقی جگہ تو کوئی دلیل نہیں کبھی مانگی لیکن بہرحال اس روایت میں یہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھی تھی وہی دلیل ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور آپؐ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(سبل الھدیٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ الباب التاسع فیما اخبر به الاحبار... دار الکتب العلمیة بیروت لبنان ۱۹۹۳ء)

اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا کا تذکرہ ہوا ہے لیکن اس کی تفصیلات اس جگہ درج نہیں کہ اس رؤیا میں حضرت ابو بکرؓ نے کیا دیکھا تھا تاہم سیرتِ حَلَبِیّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی رؤیا کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا ہے جس کا پہلے تذکرہ گزر چکا ہے، پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے اس رؤیا کا ذکر بَحِیْرَا راہب کے سامنے کیا تھا۔

(السیرة الحلبیة جلد ۱ صفحہ ۳۹۱ دار الکتب العلمیة ۲۰۰۱ء)

بہرحال اس بارے میں مزید روایتیں بھی سیرت لکھنے والوں نے لکھی ہیں وہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

☆...☆...☆

قدسیہ نور والا۔ ناروے

# جلسہ سالانہ پاکستان کی یادیں

## ایک در بند تو سو کھلے

پاکستان میں جلسے پر پابندی لگی تو اللہ نے ساری دنیا کے ممالک میں جلسے جاری کر دئے الحمد للّٰہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ نے خوشی کی خبر دی تھی کہ:

**میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا**

اور ابھی سو سال بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کو نہیں ہوئے تھے کہ اللہ نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔ اور دنیا کے ہر کونے اور ہر ملک میں اپنے مہدی و مسیح آخری الزماں علیہ السلام کا نام، کام، جماعت اور سلسلہ پہنچا کے ایک نظام قائم کر دیا جس کے ذمہ اسلام کو ساری دنیا میں غلبہ دینا ہے۔ جہاں ہر ملک کے اپنے اپنے سالانہ جلسے ہوتے ہیں جو اس جلسے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو 1891ء کو قادیان میں ہوا تھا۔ اور جس میں صرف 75احمدی احباب و خواتین شامل تھیں۔

پھر ربوہ پاکستان کے آخری جلسے میں تقریباً تین لاکھ احمدی احباب و خواتین شامل ہوئے اور جن کی بہترین مہمان نوازی کرنا بھی ایک اللہ کا معجزہ تھا کہ اس وقت وسائل کم اور مسائل زیادہ ہوتے تھے۔ پھر بھی ان جلسوں کا معیار ہر دنیاوی میلوں ٹھیلوں اور جلسوں کے مقابلے میں بہترین اور خدا کے فضل کے نظاروں کے ساتھ ہوتا تھا۔ یورپ میں بسنے اور پلنے والے احمدی بچے اور نئی بیعت کرنے والے بے شک ہر ملک میں ان روحانی جلسوں کے فیوض سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور اسی جذبے کے ساتھ جلسے میں ڈیوٹی بھی دیتے اور شامل ہوتے اور جدید وسائل سے سارے کام کرتے ہیں۔ لیکن محدود وسائل اور بہت سے مسائل کے ساتھ ان پاکستانی جلسوں کی بے مثال کامیابی اور معجزانہ رنگ اور خدا کے فضلوں کو دیکھ تو نہیں سکے لیکن ہم جو ایسے جلسوں کو اب تک یاد کرتے ہیں کی زبانی ہی جان سکتے ہیں۔ آیئے ربوہ کے جلسوں کے دن یاد کرتے ہیں۔

## ربوہ پاکستان کے سالانہ جلسے اور ہماری تیاریاں

بہت سال پہلے کی بات ہے بے شک جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر میں گزار کے واپس آتے تو پھر جنوری سے ہی اگلے آنے والے جلسے کی تیاری اور انتظار شروع ہو جاتا۔ ابا جان سارا سال گلے میں پیسے جمع کرتے اور دعائیں بھی کرتے کہ جلسہ کے لئے کسی بھی کسی قسم کی تنگی نہ ہو۔ اپنی زندگی میں نہ انہوں نے خود کوئی جلسہ چھوڑا اور نہ ہی ہمیں چھوڑنے دیا۔ الحمدللّٰہ۔

جو کمی پچھلے جلسے کے دنوں میں رہ گئی تھی۔ اگلے سال ان کمزوریوں کو ختم کرنے اور سب بہتر ہونے کی دعا کی جاتی رہتی۔ سال کے سال بہن بھائی بڑے ہوتے جاتے تو کچھ نہ کچھ تو چھوٹا بڑا ہوتا۔ اور اس کی بھی تیاری ضروری ہوتی تھی۔ سارا سال جو بھی نئے کپڑے تیار کئے جاتے یا عید کے جوڑے سنبھال سنبھال کے رکھے جاتے کہ جلسے کے دنوں میں پہنیں گے۔ امی جان نٹنگ کر کے سویٹر، دستانے اور ٹوپیاں بھی تیار کرتیں۔ کہ اُن دنوں کی سردی سے بچاؤ کے سامان بھی ساتھ ہوں۔ سارا سال ربوہ میں گزرے وہ تین دن جلسے کے اپنی برکت اور معجزے لئے ساتھ رہتے۔ اور انتظار رہتا کہ کب یہ گیارہ ماہ گزریں اور ہم ایک بار پھر ربوہ کے بابرکت اور پر امن شہر میں داخل ہوں جہاں وقت کا امام اپنی پیاری جماعت کے ہر فرد کا منتظر رہتا ہے۔ اور جہاں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور جہاں کی ہر دیوار پے قرآن مجید کی آیات، احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور اشعار اور خلفاء احمدیت کے ارشادات بھی لکھے ہوتے۔ اور سارے ربوہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے مطابق ایک غریب دلہن کی طرح سجا دیا جاتا تھا۔ اور مجھے تو اکثر دعائیں احادیث اور اشعار وہیں پڑھ پڑھ کے ہی یاد ہو جاتے تھے۔ پر افسوس اب ان دیواروں کی خوبصورتی بھی حاسدین اور شیطان صفت علما اور حکومت نے نہیں رہنے دی۔

بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
شیطان کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

مہمانوں کی رہائش، ضیافت، صحت اور حفاظت کے لئے الگ الگ شعبے ہوتے۔ جلسہ گاہ کی تزئین، نظامت، اسپیکر، ترجمہ، اور اندرونی اور بیرونی انتظام گمشدگی اور حفاظت کے لئے بھی الگ الگ شعبے ہوتے۔ اسٹیج کی الگ ٹیم ہوتی جو حفاظت، اسٹیج سیکریٹری، انتظام، میڈیکل اور دیگر ضروری انتظام کرتی اور ان سب سے پہلے تقاریر اور نظموں کا انتخاب بھی خلیفہ وقت کی منظوری سے ہو جاتا تھا۔ اور باقی سارے شعبے بھی خلیفہ وقت کی ہدایات کے مطابق چلتے اور اسکی ساتھ ساتھ رپورٹ افسر جلسہ سالانہ خلیفہ وقت کو دیتے رہتے۔ سب سے ذمہ داری کا کام پانی پلانا اور باتھ رومز کی صفائی کا ہوتا تھا۔ اور بر وقت ہر چیز پہنچائی جاتی۔ اور اس سے بھی بڑھ کے ضیافت کی ٹیم جو سارے مراکز میں کھانا پہچانے کے ذمہ دار ہوتی۔ اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنا بے شک ایک مشکل کام ہوتا۔ کمیاں اور کمزوریاں بھی ہوتی تھیں۔ لیکن ہر احمدی اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ صبر اور برداشت کے سبق کے ساتھ فریضہ سرانجام دیتا رہتا۔ الحمد للّٰہ

پانی پلانے کے لئے زیادہ تر اطفال اور ناصرات ڈیوٹی دیتے۔ تا کہ انہیں بھی اس خدمت کو ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ لاکھوں کی تعداد میں سارے جلسہ گاہ میں جلسے کے دوران پانی پلانا ایک واقعی مشکل اور صبر آزما کام تھا۔ لیکن ہمارے بچے اپنے بڑوں کے شانہ بشانہ یہ بھی کر گزرتے۔ اور تو اور گرمیوں میں ربوہ اڈے پے بھی ہمارے بچے بسوں کے مسافروں کو پانی پلانے کا کام کرتے رہے۔ لیکن پھر ایک حادثے اور حفاظتی مسائل کی بنا پے یہ خدمت بند کرنا پڑی۔ یعنی اللہ نے اس منکر قوم کو اس نعمت سے بھی محروم کر دیا۔

مردانہ جلسہ گاہ کے سارے شعبہ جات لجنہ کی طرف بھی ہوتے۔ اور لجنہ کی جلسے کی افسر کو مردانہ جلسہ افسر کا پورا تعاون ہوتا جو ہر مشکل اور ضرورت کے وقت اپنی ٹیم کے ساتھ خواتین کے جلسے کے انتظام کو درست کرتے رہتے۔

## سفر کی روئیداد، اسپیشل ٹرین اور اسپیشل بس

جب ہم کوئٹہ سے آتے تھے تو دو دن اور شاید دو رات کا سفر ہوتا۔ ابا جان سفر کی سہولت سے ہر چیز ساتھ رکھتے۔ کیونکہ ہم دسمبر کی ساری چھٹیاں بھی ربوہ ہی گزارتے۔ راستے کے لئے مٹی کے تیل کے چولہے کے ساتھ ساتھ انڈے، دودھ، پتی، چینی، بسکٹ، رس پاپے، برتن ہر چیز ساتھ ہوتی۔ یورپ میں جیسے لوگ گرمیوں میں چھٹیاں منانے کیمپوں میں جا کے رہتے اور اپنے وقت کو انجوائے کرتے تو ابا جان ہمارے لئے وہ چھٹیاں ہی کیمپ بنا دیتے۔ اور ایک چھوٹی سی چھوٹی ضرورت کی چیز بھی مس نہ ہونے دیتے۔ انہوں نے فوجی زندگی گزاری تھی۔ اس لئے بہت خیال رکھتے۔ راستے میں چائے بناتے، انڈے ابال کے دیتے۔ ،اور ساتھ ہمسفر مسافروں کو بھی کھلاتے۔ امی جان کے ہاتھ کے بنے مولی اور آلو کے پراٹھوں کی لذت آج بھی منہ میں پانی بھر دیتی ہے۔

اسی طرح نوشہرہ اور حویلیاں سے بھی ہر جلسے کے لئے ایسے ہی تیار ہو کے جایا جاتا۔ راستے میں جلسے کی اہمیت، باجماعت نمازیں، دعائیں اور نظموں کا سلسلہ یاد رہتا۔ بیت بازی اور دینی معلومات کے سوال یاد کرا کے مقابلے بھی ہوتے۔ ساتھ اگر کوئی احمدی فیملی ہوتی تو پھر تو مزے ہی دو بالا ہو جاتے۔ الحمد للّٰہ۔

وقت گزرتا گیا اور پھر جب ہم راولپنڈی رہائش پذیر ہوئے اور وہاں سے جانے والوں کی کثیر تعداد کی بنا پے اسپیشل ٹرین پنڈی سے روانہ ہوتی۔ اور ربوہ تک ہر اسٹیشن سے احمدی سوار ہوتے۔ اور ایسا پیارا روحانی اور خلوص سے بھرا ماحول ہوتا کہ سوچ کے آج بھی دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔

کہیں سے نظموں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ تو کہیں فی البدیہہ تقاریر کے مقابلے ہو رہے ہیں تو کہیں بزرگ بچوں کو اپنے تجربے اور ماضی کے حسین واقعات اور معجزات سنا کے خدا کی محبت دلوں میں پیدا کر رہے ہیں۔ ہر ڈبے میں باقاعدہ باجماعت نماز ہوتی۔ اور کھانے بھی کلو جمیعا کے طور پے سب میں تقسیم کر کے کھائے جاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت کے معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

سرگودھا گزرتا تو ربوہ اترنے کی تیاریاں شروع ہو جاتیں اور لالیاں کے بعد تو سب ہی کھڑکیوں دروازوں سے لٹک جاتے۔ نظموں کی آوازیں تیز ہو جاتیں اور پوری ریل گاڑی نعرہ ہائے تکبیر سے گونجتی رہتی۔ پیارے ربوہ کے اسٹیشن کی اپنی ہی رونق ہوتی۔ سادہ سا چاروں طرف سے کھلا یہ اسٹیشن ہمیں سب اسٹیشنوں سے پیارا تھا۔ دعاؤں اور خوش آمدید کے بینرز ہماری روح کو اور بھی تازہ کر دیتے ہمارا استقبال کرنے وہ لوگ بھی ہوتے جن کے کوئی بھی اس ٹرین میں نہ ہوتے پر اپنے احمدی ہوتے۔ خدام اور اطفال سامان اٹھانے میں مدد کرتے۔ عجیب روح پرور اور بھائی چارہ کے مناظر شاید روئے زمین پے کہیں بھی نہیں دیکھے جا سکتے جو صرف احمدی جلسوں کی زینت ہیں۔ پلیٹ فارم پے اور گاڑی کے اندر سے بھی نعرے مستقل گونجتے رہتے۔ خوشی کے آنسوؤں سے ہمارا استقبال ہوتا اور ہم بھی گیلی آنکھوں کے ساتھ خوشی خوشی اس پاک بستی کے سینے پے قدم رکھتے تو سینہ چوڑا ہو جاتا۔ فخر ہمارے انگ انگ سے نظر آتا کہ یہ ہمارے مسیح علیہ السلام کی بستی ہے۔ اور یہ سوچ اس قدر خوشی دیتی کہ اس کا پیارا خلیفہ یہاں رہتا ہے اور کچھ ہی دن بعد ہم اس کا دیدار بھی کریں گے۔ یہاں ایک معصوم اور پر مسرت واقعہ یاد آ گیا کہ میرا چھوٹا بھائی خلیق احمد لکی بہت پیاری ڈرائنگ کرتا تھا جب وہ سات آٹھ سال کا تھا تو ایک بار اس نے ربوہ سے واپس آ کر جو اپنی پہلی ڈرائنگ بنائی اس میں ربوہ کے اسٹیشن اور سامان اٹھائے ہوئی قلی کو کیپچر کیا جو بہت ہی خوبصورت ڈرائنگ تھی۔ مجھے آج بھی یاد ہے۔ یعنی اس قدر یہ جلسے اور ان کی محبت اور ربوہ

کی ایک ایک یاد جیسے دل میں گڑھ سی جاتی تھی۔ اور آج بھی اس کی یادیں دکھ، خوشی اور اللہ کے شکر کے حسین امتزاج سے آنکھوں کو گیلا کر جاتی ہیں۔ اسی طرح اسپیشل بسیں بھی چلتیں۔ اور وہ بھی قافلے کی صورت میں ہوتیں۔ ان کا انتظام بھی بہترین اور دعاؤں کے ساتھ ہوتا۔ ایک امیر قافلہ ہوتا جس کی سب اطاعت کرتے۔ نمازوں اور کھانے کے وقفے ہوتے اور ساری بسوں میں بے شک الگ الگ خاندان ہوتے۔ لیکن احمدیت کی ایسی برکت ہوتی کہ لگتا ایک ہی خاندان کے سارے لوگ ہیں۔ اور یہی امت واحدہ اور اخوت کا معیار جو قرآن کہتا ہے۔ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور بھائی چارے کے ساتھ پیار اور محبت سے لوگوں کے حقوق ادا کرو اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں سکھاتے اور بتاتے رہے۔ اور اس جماعت نے انکی اطاعت میں یہ کر کے دکھا دیا۔ جماعت احمدیہ کا یہ اسلامی عملی نمونہ راستے میں ہر دیکھنے والے کے لئے ایک مثال اور بہترین نمونہ تھا جس کی یاد آج بھی تازہ ہے۔ جب یہ بسیں دارالضیافت یا مہمان خانہ جات جا کے رکتیں تو عجب سماں ہوتا۔ سارا ربوہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج رہا ہوتا۔ اور وہ فضائیں حمد و درود کی برکت سے لہرا رہی ہوتیں:

ربوہ کو تیرا مرکز توحید بنا کے
اک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں

آج اگر پاکستان میں جلسے بند ہیں تو دنیا کے ہر ملک میں یہ جلسے ہو رہے ہیں اور اسپیشل جہاز اب یوکے اور انڈیا کے جلسے کے لئے اڑتے ہیں۔ اور پھر قادیان تک اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی اسپیشل بسیں جلسہ گاہ تک چلائی جاتی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ صد سالہ جوبلی کے جلسے اور کچھ سال سالانہ جلسوں کے لئے ہماری جماعت درامن اور اوسلو سے بھی اسپیشل بڑی کوچ جلسہ گاہ کی طرف چلائی گئیں جنہوں نے پاکستان کے جلسوں کی یاد تازہ کر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا 1880ء میں ماموریت سے بھی پہلے کا ہونے والا الہام کہ جب صرف ایک کمرے میں دن رات اللہ کی عبادت کرنے ایک شخص کو اللہ یہ خبر دے رہا ہے۔ کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ آگے مستقبل میں کیا ہونا ہے۔ پر سو سال گزرنے کے بعد دنیا گواہ ہے کہ الہام من وعن پورا ہوگیا۔ کہ:

یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق
تیرے پاس اس قدر کثرت سے لوگ آئیں گے کہ راستوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔

(براہین احمدیہ صفحہ 231)

اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے ستر اسی کے دہائی سے لے کے آج تک پورا ہوتے دیکھا اور مجھے یاد ہے کہ ربوہ کی مٹی کو بٹھانے کے لئے کثرت سے پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تا کہ کثرت افراد کی وجہ سے مٹی نہ اڑے۔ اور وہ گیلی مٹی کی سوندھی خوشبو آج بھی دماغ اور نس نس میں بہار بن کے کھلی رہتی ہے۔ جہاں سڑکوں کے ایک طرف صرف مرد اور دوسری طرف صرف عورتیں ہوتیں۔ اور راستہ دکھانے کے لئے اطفال کالی سفید پٹیوں والے گلے میں اسکارف پہنے اپنا فریضہ سرانجام دے رہے ہوتے۔ جن کے ایک اشارے پے ہر راہ گیر عمل کرتا۔ اس وقت کی پولیس انتظامیہ اپنے جلسوں کے حساب سے کسی بھی مشکل اور بری گھڑی سے بچنے کے لئے پولیس سیکورٹی کے ساتھ ساتھ لیڈیز پولیس بھی متعین کر دیتی۔ لیکن تین دن کے ہمارے انتظام دیکھ کے حیران رہ جاتے اور یہ کہنے پے مجبور ہوتے کہ یہ جماعت تو دس سال کے بچے کی بات بھی مان لیتی ہے جو ڈیوٹی پے ہو۔ تو ہماری تو ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہم تو یہاں آرام کرنے اور انجوائے کرنے آتے۔ اور جو ایک سال آتا تو وہ ہر سال یہاں ڈیوٹی لگوانے کی کوشش کرتا۔ کہ ایسا اچھا روحانی ماحول کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ بہرحال سن چوہتر سے ستر اسی تک پولیس ہمارے لئے آتی رہی۔ لیکن جب ضیا کا ظالم آرڈیننس بنا تو پھر یہی پولیس حکومت کی اطاعت میں کلمے مٹانے لگ گئی اور آج سینتیس سال کے طویل عرصے نے اسی کلمے کی اس پولیس کو اتنی مار ماری ہے کہ دنیا کی کرپٹ ترین پولیس ثابت ہو چکی ہے۔ اللہ ہی عقل دے آمین

## جلسے کی تیاری کے پکوان

دسمبر کے شروع سے ہی امی جان باورچی خانہ میں مصروف نظر آتی تھیں۔ اور مزے مزے کے پکوان تیار کئے جاتے تھے، سوجی کی مٹھائی شکر پارے، نمک پارے اور بیسن کی نمکین سویاں۔ اور اسکے ساتھ ہی بازار کے چکر۔ جہاں سے تازہ مونگ پھلی، چلغوزے، ریوڑیاں، اور خشک میوہ جات خریدے جاتے۔ اور ان سب کھانے کی اشیاء کو ٹین کے ڈبوں میں احتیاط سے بند کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ یہ سب ربوہ جلسے کی تیاریوں کا حصہ ہوتی تھیں۔

ہمارا قیام ہمیشہ فیکٹری ایریا میں اپنی خالہ (کیپٹن ملک خادم حسین) کے گھر ہوتا تھا ہمارے علاوہ اور بھی بہت مہمان ہوتے تھے۔ اس لئے صحن میں خیموں میں پرالی بچھا کے سونے کے انتظام کئے جاتے۔ گنوں اور کنوں کے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ اور ہماری امی جان کے تیارشدہ پکوان کے ڈبوں کی طرف سب کی نظر ہوتیں کہ یہ کب کھلیں گے۔ ایک طرف سے آواز بھی آ جاتی کہ خالہ جان سے زیادہ ان ڈبوں کا انتظار ہوتا ہے۔

سال بعد اور بعض اوقات چار پانچ سال بعد اکثر خاندان اور برادری والوں سے ملاقات ہوتیں۔ رت جگہ بھی ہوتا۔ فوت شدہ بزرگوں اور افراد خاندان کو یاد کیا جاتا۔ اور نئے جوڑے اور رشتے بھی یہیں بنتے۔ یہ بھی ایک برکت رہی ان جلسوں کی۔ غرض یہ کہ جتنا یاد کرو اتنا ہی یادیں تازہ ہو کر رلاتی ہیں۔

## لنگر کے کھانے اور جلسے کے تین دن

صبح صبح لنگر کے گرم گرم آلو گوشت کے ساتھ خالہ جان کے ہاتھ کے گرم گرم پراٹھوں اور چائے کا مزہ آج بھی یاد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1874 میں ایک خواب میں ایک روٹی دکھائی گئی اور یہ اس زمانے کا خواب ہے کہ جبکہ نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ تھا اور نہ ہی کوئی درویش کی جماعت لیکن پھر اللہ نے چند سالوں میں ہی ایک ایسی جماعت دے دی جو دین کو دنیا پے مقدم رکھنے والی تھی۔ اور ساتھ الہام ہوا:

”یہ (نان) تیرے لیے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لیے ہے۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 584-585)

اور آج سو سال بعد یہ الہام پوری شدت کے ساتھ پورا ہوتا نظر آرہا ہے

جلسے کے دنوں میں ربوہ میں دارالضیافت کے علاوہ کئی بڑے بڑے لنگرخانے کام کرتے تھے پر کھانے کا ایک ہی ذائقہ ہوتا۔ جہاں سے ہر گھر کو ایک رسید دی جاتی تھی جو اپنے مہمانوں کی تعداد لکھوا کے کھانا لے سکتا تھا۔ صبح فجر کی نماز کے بعد ان لنگر خانوں کے باہر لائنیں لگ جاتیں۔ تا کہ بروقت سب کھانا لے سکیں۔ اور کھانا بنانے والے ساری رات جاگ کے کھانا اور روٹی بناتے۔ اور یہ لنگر جلسے سے تین دن پہلے اور تین دن بعد تک جاری رہتا ماشاءاللہ ہمارے گھر سے بھی بھائی اور کزنز بھائیوں کی ڈیوٹی ہوتی تھی کھانا لانے کی اور جب تازہ ناشتہ کچن میں آتا تو آلو گوشت اور دال کی خوشبو سے سارا کچن مہک جاتا۔ صبح کو آلو گوشت اور رات کو دال کے ساتھ چاول بھی ملتے۔ اور پرہیزی کھانا بھی ملتا تھا۔ جو ہر گھر کی ضرورت کے لئے پورے سے زیادہ ہوتا۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کھانا کم ہوا۔ ایک بار کسی وجہ سے تھوڑی مشکل پیش آئی تو اعلان ہونے پر سارے جلسے کے شاملین نے ایک کی بجائے آدھی روٹی بھی کھائی۔ تا کہ سب کو کھانا پورا ہو سکے۔ سبحان اللہ۔ اسے کہتے ہیں مہدی کی جماعت۔ ہے کوئی ایسی مثال آج کے زمانے میں کسی اور جماعت میں۔؟ اور پھر ضیافت کی ٹیم ہر مہمان خانے، جلسہ گاہ اور جہاں ملک سے باہر سے آئے مہمان ٹھہرے ہوتے ان تک بھی کھانا بروقت اور گرم پہنچاتے۔ جب اسپیشل ٹرینز اور بسز واپسی کا سفر شروع کرتیں تو ان کے لئے بھی راستے کا کھانا اور روٹیاں ساتھ ہوتیں۔ اور لنگر کی روٹیاں اگلے کئی دنوں تک ناشتے میں تل کے کھائی جاتیں۔

آج بھی ہر ملک کے جلسہ جات اور پروگرامز کے دوران یہی اللہ کے مہدی کے ایک نان کی برکت سے لاکھوں برکت لیتے ہیں۔ یہی نشان ہی صداقت کی پرکھ کے لئے کافی ہے۔ پر افسوس کہ کینہ، بغض، نفرت، جھوٹ اور گمراہ کرنے والے قائدین کی پیروی کرنے کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پے مہر لگادی ہے۔ اب جب تک یہ خود تقویٰ سے کام نہیں لیں گے ہدایت نہیں پا سکیں گے۔

جلسہ گاہ کے لئے روانہ ہوتے تو درود شریف اور دعاؤں کا ورد کرتے جاتے۔ بہت دھند اور سردی ہوتی۔ جلسہ گاہ کی پرالی اور کرسیاں بھی ٹھنڈی ہوتیں۔ پر آہستہ آہستہ جب سورج چڑھتا تو موسم خوشگوار ہو جاتا۔

تلاوت قرآن کریم، نظمیں، تقاریر۔ سب سننا۔ جلسہ گاہ، حلقہ خاص اور اسٹیج کی ڈیوٹیاں بھی یاد ہیں حضور کا خواتین کے جلسہ گاہ میں آنا کچھ اور ہی ایمان میں اضافے کا سبب بنتا۔ ثاقب زیروی صاحب کی مخصوص آواز اور طرز میں نئی نظمیں اور شبیر صاحب کا بھی منفرد آواز میں درثمین میں سے کلام پڑھنا۔ آج بھی کانوں میں گونجتا ہے۔ اور پھر سارا سال ہی یہ نظمیں ورد زبان رہتی تھیں۔

جلسے کے دوران مٹی کے آبخوروں میں پانی پینے کا اپنا ہی مزہ تھا۔

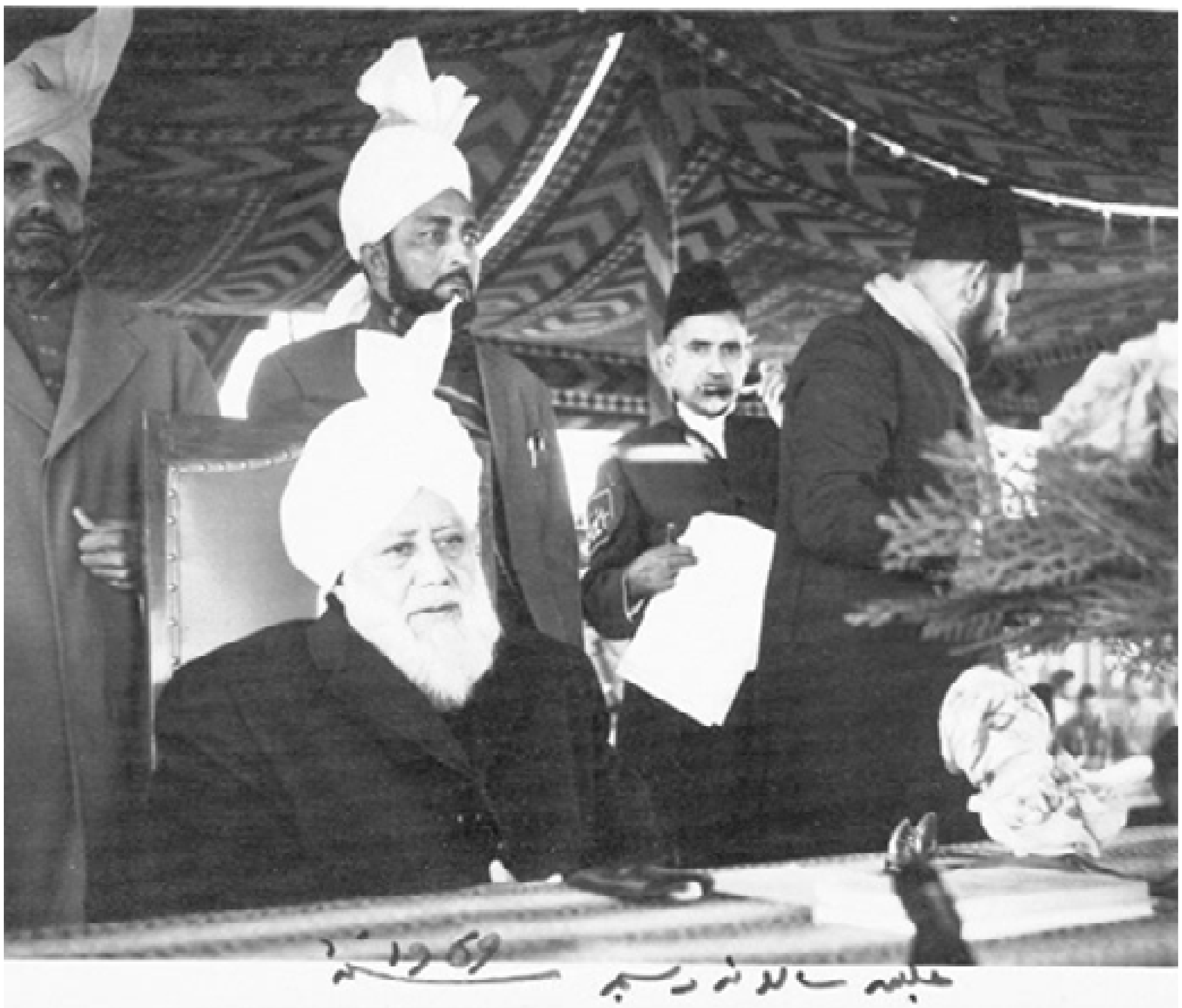

لنگر کا کھانا بھی مٹی کے برتنوں میں ہوتا۔مہمان خانہ مردانہ اور زنانہ ہر جگہ کھانے کا انتظام بر وقت اور سبھی کو مل جاتا۔ اور لاکھوں لوگوں کے لئے کھانا ایک ہی ذائقہ کا مختلف لنگر خانوں میں بننا بھی صرف خدا کی مدد اور برکت ہی تھی اور یہ ایک اس نان کی برکت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ کو خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اور آج اس ایک نان کی برکت دنیا کے ہر ملک کے دار الضیافت کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اللہ نے ایک در بند کر کے اپنی پیاری جماعت کے لئے ہزاروں در کھول کے برکتیں اور معجزے جاری رکھے۔ کاش دیکھنے والی آنکھ یہ سب دیکھ کے سمجھ سکے اور ہدایت پا جائے آمین۔

وقفے کے دوران خاندان مبارکہ کی خواتین سے ملنا،ان کے گھروں میں جانا اور ان سے تعارف حاصل کرنا اور کرانا۔ یہ سب امی جان کی کوششیں تھیں جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں خاندان مبارکہ کی محبت پیدا ہوتی تھی۔

جلسے کے ان ایام میں ارد گرد کے کتنے ہی گاؤں اور قصبوں کے لوگ روزی کمانے آجاتے اور سارے سال کے لئے جوڑ لیتے۔

با جماعت نمازوں اور خلیفہ وقت کی دعاؤں سے سب حصہ پاتے۔ ان دعاؤں میں ملک کی سالمیت کے ساتھ ساتھ قوم اور امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے بھی دعائیں کی جاتی تھیں۔لیکن شیطان ہی ان پہ غالب رہا۔کیونکہ جب اللہ کا انکار ہوتا ہے تو پھر اللہ برکتوں کی بجائے لعنتیں ڈالتا ہے۔

## سالانہ جلسے کی برکات اور پابندی کے نقصانات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1891ء میں جلسہ سالانہ کا آغاز کیا چنانچہ پہلے سال صرف 75 افراد اس جلسہ میں شامل ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کی اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ 27 دسمبر سے 29 دسمبر تک قرار پائے --------- حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان کو بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلّ شانہ کوشش کی جائے گی اور روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو ان شاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔''

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351-352)

یہ جلسے اللہ کے حکم سے اللہ کے مہدی نے اس زمانے کے لوگوں کی روحانی، جسمانی اور مادی ترقی اور کامیابی کے لئے شروع کئے تھے جن کا مقصد مل جل کے ایک دوسرے کی مدد کرنا،اخلاق سیکھنا اور ان پہ عمل کرنا اور سال بھر کے لئے روحانی اعتبار سے تازہ دم رہنا۔ تا کہ برائیوں سے بچنے کی طاقت ملتی رہے۔اس کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کے لئے معیشت کو بھی ترقی ملتی رہے۔ان جلسوں کی وجہ سے ٹرانسپورٹ کا ہر ادارہ فائدہ اٹھاتا۔ ٹانگے رکشے والوں کی آمدنی بڑھتی۔ ارد گرد کے گاؤں کے کسان چرواہے ریڑھیوں پہ سامان رکھ کے پھل فروٹ، خشک میوے، ثقافت کی چیزیں بیچنے والے۔غرض یہ کہ دنیا اور دین کی ایسی کوئی بھی برکت نہیں تھی جو شاملین چاہے وہ احمدی ہوں یا نہ۔سب کو بلا رنگ و نسل ملتی تھی۔لیکن ایک حاسد طبقے کو غریب غرباء پہ اللہ کی یہ مہربانی پسند نہ آئی۔اور انہوں نے جلسوں پہ پابندی لگوا کے ایک تو اللہ کو ناراض کیا۔ اور دوسرے اس کی مخلوق سے اس کے دین اور دنیا کے بہت سے فائدے اور حقوق چھین لیے۔ آخر اللہ بھی ان سے ناراض ہو گیا۔اور مختلف رنگ میں ان پہ عذاب نازل ہونے شروع ہو گئے۔ پر یہ قوم آج بھی عبرت نہیں پکڑتی۔ ہزار کوشش کے باوجود ریلوے کا حکومتی نظام خسارے میں ہے۔حکومتی بس ٹرانسپورٹ سروس ہی کوئی نہیں۔ اور ہر پرائیویٹ سروس گھاٹے میں جاتی ہے۔ کرائے زیادہ ہیں اور عوام الناس تکلیف میں ہے اس مہنگائی کی وجہ سے پی آئی اے تباہ ہو چکی ہے۔ ملاوٹ بڑھ گئی اور ذخیرہ اندوزی کے مافیا نے تجارت کا ستیا ناس کر دیا۔

غریب مزدور۔ کسان۔ چرواہے اور دودھ دہی بیچنے والے اللہ کو بھول کے ملاوٹ کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں پر برکت نہیں۔

اسی وجہ سے جہالت، چوری اور برائیوں میں اضافہ ہوا۔سب مانتے ہیں کہ اس ملک کو کسی بڑے کی بد دعا ہے اور کوئی ہمارا اجتماعی گناہ ہے۔ پر یہ سمجھنے کو تیار نہیں کہ اپنا عمل اور کردار اور پابندیاں کیا ہیں؟

اللہ کے خلیفہ کو ملک سے باہر جانے پہ مجبور کرنے کی سزا ہے کہ برکت ہی چلی گئی ہمارا سکون اور عبادتیں اور جلسے بند کرنے کے چکر میں اپنے ملک کا ہی نقصان کر لیا۔ اس ملک کے بزرگ خلیفہ کو ملک بدر ہونے پہ مجبور کیا تو اس ملک سے اسکی برکت اور دعائیں بھی چلی گئیں:

دعا ولی کی تو برکت ہی گھر کی ہوتی ہے
اسے نکال کے دیکھا تو سب خسارا ہے

سن چوراسی سے لے کے آج تک یہ ملک اپنے پیروں پے کھڑا نہیں ہوسکا۔

جب بھی دسمبر آتا ہے تو ہر دسمبر میں ایسی قیامت ملک پے ٹوٹتی ہے کہ مزید لعنتیں پڑتی ہیں۔اس دسمبر سری لنکن شہری کے ہولناک قتل اور حادثے نے مزید معصوموں کی آہیں اس ملک کو لگا دی ہیں۔ ڈر ہے کہ اگر اللہ نے قبول کر لیں تو کیا ہوگا۔

کلمے مٹانے کی سزا اور بے حرمتی کی پرواہ نہیں اس قوم اور ملک کو کہ خود حکومتی ادارے اپنی نگرانی میں سب کر رہے ہیں۔ لیکن توہین رسالت کے نام نہاد قانون کا غلط اور جھوٹا استعمال کر کے معصوموں کی جان لینے والوں کو کوئی سزا نہیں دی جاتی۔ سینتیس سال ہو گئے۔ اب نہ وہ جلسے ہیں اور نہ ہی وہ برکتیں۔ظلم، دہشت گردی، فحاشی، بربریت اور ناانصافی نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور بھوک اور ننگ نے انہیں مردار کھانے پے مجبور کر دیا ہے۔

اسلام کی سچی تعلیم کی طرف سے ان کی آنکھیں بند ہیں:

- نوح کی کشتی میں کوئی نہ بیٹھے
- گدھے کھار ہے ہیں گدھے بن گئے ہیں

زلزلے، حادثات، جہازوں کا گرنا، اسکولوں کے بچوں پر حملے،

بے حسی، خدا خوفی کا مفقود ہونا اور ملاؤں اور حکمرانوں کی فرعونیت نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اب تو جب تک کوئی اس آئین کو توڑنے کی جرات نہ کرے یا ہماری ہی دعاؤں میں کمی ہے یا ہماری ہی اخلاقی اور روحانی حالتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ ہماری آزمائش کا دورانیہ بھی لمبا ہی ہوتا جا رہا ہے۔

## اللہ کے حضور دعاؤں اور عبادات کے ذریعے یوم احتجاج

حضرت خلیفۃ رابع ؒ نے ایک خطبہ جمعہ 20 دسمبر 1985ء میں جماعت کو ایک تحریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جو چھبیس (26) کو ہونا تھا۔ تو میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ ہم اس دن کو ایک احتجاج کا دن منائیں۔ تمام دنیا میں سب احمدی احتجاج کریں۔ مگر کوئی ایک لفظ بھی احتجاج کا غیر اللہ کے سامنے نہ ہو۔ اس دن روزہ رکھا جائے۔ اس دن عبادتیں کی جائیں۔ دن کو بھی عبادت کی جائے۔ رات کو بھی عبادت کی جائے۔ اور تمام تر احتجاج رب اعلیٰ سے کیا جائے۔ رکوع میں بھی احتجاج کیا جائے اور سجود میں بھی احتجاج کیا جائے۔ اور کہا جائے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لئے تو ساری عظمتیں تیرے لئے ہیں اور تیرے سوا غیر اللہ سے ہم عظمتوں کی کلی نفی کرتے ہیں اور ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے ہمیں دنیا کی عظمتوں کی اور ہمارے نزدیک صرف تو اعلیٰ ہے اور ہر غیر تیرا جو اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جھوٹا ہے اور لازماً ناکام اور نامراد ہونے والا ہے۔ پس تیرے حضور اس دنیا کی عظمتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ اور تیرے حضور رب اعلیٰ کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک سوائے تیرے نہ کسی کو عظمت حاصل ہے اور نہ کسی کو غلو حاصل ہے اس روح کے ساتھ اور اس جذبے کے ساتھ چھبیس دسمبر کو یوم احتجاج منالیں اور سارے عالم میں احمدی حمید الرحمان بن کر خدا کے حضور حاضر ہو کر یہ احتجاج بلند کریں۔‘‘

حضور انور اقدس نے بھی خطبہ جمعہ 7 اکتوبر 2011ء کو فرمایا:

’’اگر سو فی صد پاکستانی احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں تو ان حالات کا خاتمہ چند راتوں کی دعاؤں سے ہوسکتا ہے۔‘‘

اے خدا! تو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مسیح علیہ السلام کے صدقے ہم پر رحم کر۔ ہماری اصلاح کر۔ ہماری ہدایت کے سامان پیدا فرما۔ اپنی قدرت دکھا۔ تیری تو صرف کُن کہنے کی دیر ہے۔ کُن کہ دے نا پیارے مولا کہ ہم بھی اپنی زندگی میں جماعت کو پرسکون دیکھ سکیں۔ آمین اللھم آمین

وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فسبحان الذی اخذ ی الا عاذی

ہمارے دسمبر کو پھر سے آباد کر دے مولا! اب تو کرونے کی وجہ سے قادیان کے جلسہ پہ بھی پاکستان سے احمدی نہیں جاسکتے۔ یہ کرونا بھی تو عذاب الٰہی ہے کہ جس میں گھن بھی پس رہا ہے یہ ایک ہی خوشی تھی پاکستانی احمدی کے لئے۔ اس کے لئے بھی ایسے حالات ہو گئے کہ راستے ہی بند ہیں۔

اے خدا! ہماری مدد فرما اور اس قوم کے مقابلے پے کوئی سلطان النصیر بنا کر بھیج۔ آمین

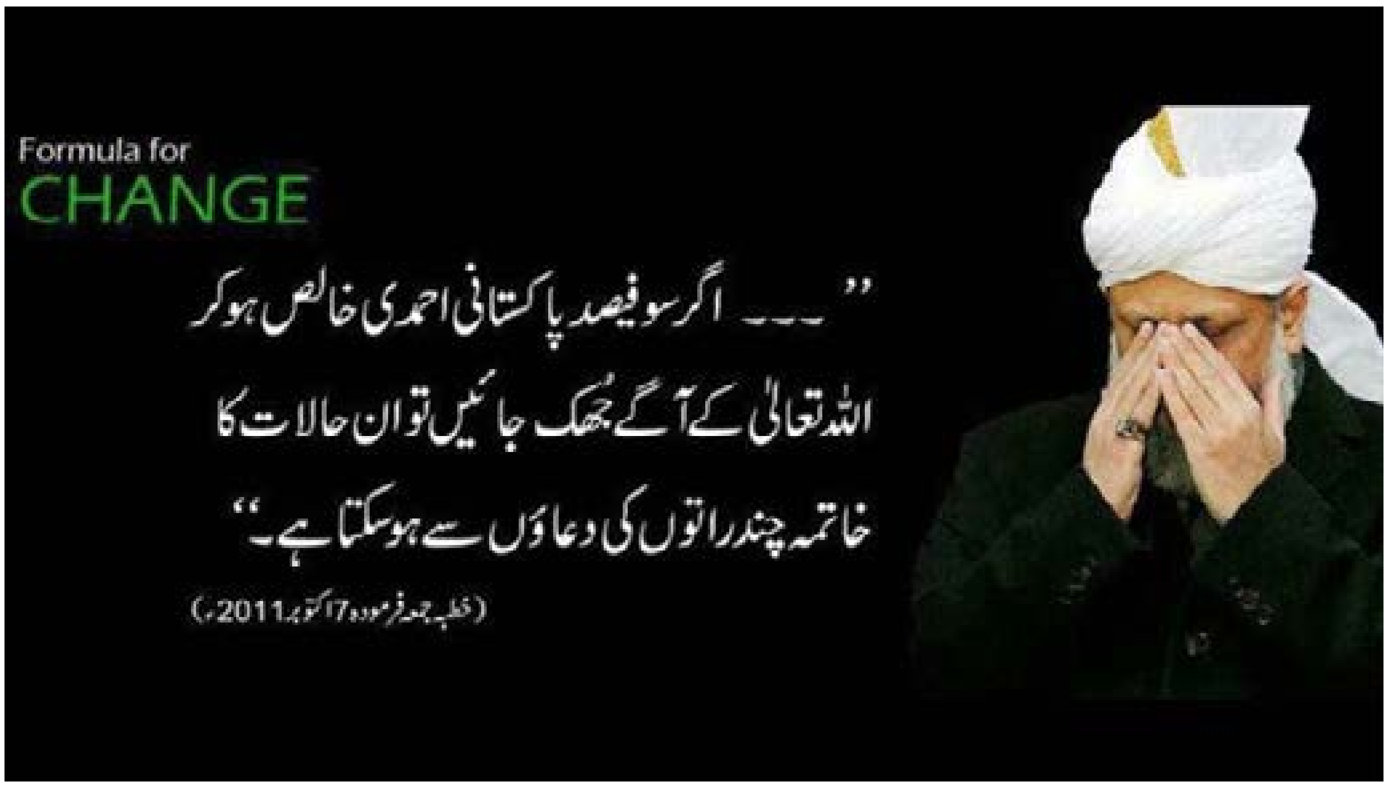


# اعلان نکاح وتقریب پرمسرت

- مکرمہ رفعت لئیق اہلیہ لئیق احمد مشتاق صاحب (مبلغ انچارج) سُرینام۔ جنوبی امریکہ تحریر کرتی ہیں:

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نمائندگی میں مکرم مولانا مبشر احمد نے مورخہ 19/ نومبر 2021ء کو مسجد بیت الرحمٰن میری لینڈ، امریکہ میں ہماری پیاری بیٹی عزیزہ لُبنیٰ لئیق کا نکاح ہمراہ عزیزم جنید اسلم ابن خواجہ محمد اسلم (متعلم درجہ خامسہ جامعہ احمدیہ) کینیڈا پڑھایا۔

بچی ددھیال کی طرف سے حضرت شیخ محمد سلطانؓ اور ننھیال کی طرف سے حضرت میاں احمد دینؓ (صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام) کی نسل سے ہے۔

مؤرخہ 21 نومبر کو میری لینڈ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقعہ پر محترم مولانا اظہر حنیف (مبلغ انچارج و نائب امیر جماعت امریکہ) نے دعا کروائی۔

مؤرخہ 18 دسمبر کو مسجد ناصر سُرینام میں دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں افراد جماعت کے علاوہ حکومتی افسران اور مختلف عمائدین شامل ہوئے۔

عزیزہ لبنیٰ لئیق کے دادا محترم شیخ مظفر احمد اور نانا محترم میاں شریف احمد کو مختلف جماعتی خدمات کی توفیق ملی ہے اور بچی کے چچا ولید احمد صاحب اور ماموں محمود احمد خالد صاحب بھی مربیان سلسلہ ہیں۔

عزیزم جنید اسلم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ محترم خواجہ غلام محمد کے ذریعہ ہوا جنہوں نے اگست 1921ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورۂ کشمیر کے دوران دستی بیعت کا شرف حاصل کیا جب کہ ان کے دادا محترم خواجہ عبد العزیز کو طویل عرصہ بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق ملی۔ ان کے والد محترم خواجہ محمد اسلم کو ضلعی سطح پر مختلف جماعتی خدمات کی توفیق ملی اور اب امریکہ منتقلی کے بعد مجلس انصار اللہ اور طاہر اکیڈمی میں خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ اسی طرح بچے کے چچا محترم محمد اشرف ضیا بطور صدر و مبلغ انچارج آسٹریا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ طرفین کے لیے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ اس جوڑے کو ہمیشہ اپنے فضلوں کے سائے میں رکھے۔ دائمی خوشیوں، راحتوں اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

ادارہ الفضل کی جانب سے مبارکباد قبول کریں۔

# سانحہ ارتحال و ذکر خیر

- **مکرم مقصود احمد سنوری صدر مجلس انصار اللہ۔ جاپان یہ افسوس ناک اطلاع بھجواتے ہیں:**

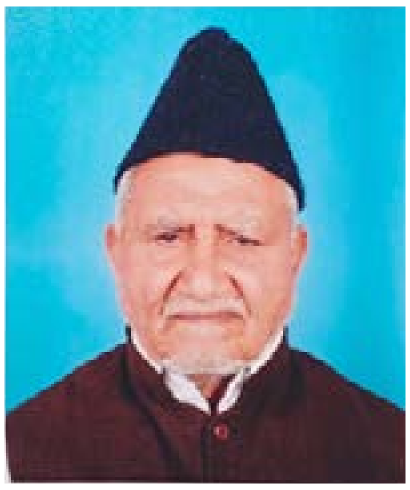

مورخہ گیارہ دسمبر 2021ء بروز ہفتہ خاکسار کے والد محترم محمد احمد قمر سنوری نناوے سال نو ماہ کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد محترم مارچ 1922ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد عبد اللہ سنوری (مرحوم) اور والدہ سلامت النساء تھیں۔ آپ حضرت منشی ہاشم علیؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) کے نواسے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے سیالکوٹ مستقل رہائش اختیار کی اور بطور قائد مجلس شہر و ضلع سیالکوٹ نو سال فرائض ادا کرنے کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ محاسب ضلع کی ذمہ داری کما حقہ ادا کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے تحت فرقان فورس میں بھی شامل ہو کر قابل قدر خدمت کرنے کی توفیق پائی۔

1970ء میں جب عارضی طور پر مرکز شفٹ ہوئے تو بطور سیکرٹری مال ذمہ داری ادا کرنے کی توفیق پائی۔ جماعت کی عزت و ناموس کے لئے آپ ہر دم تیار رہتے تھے اور کبھی کسی قربانی سے گریز نہیں کیا۔

1974ء کے ہنگاموں کے دوران چنیوٹ میں ایک ہجوم نے آپ کو گھیر کر شدید تشدد کیا۔ جب پولیس نے دیکھا کہ اس قدر تشدد کے باعث بچنا مشکل ہے تو انہیں بچا کر قریب ہی ایک احمدی دوست کے گھر پہنچا دیا۔ انہوں نے جو میسر تھا اس سے ابتدائی طبی امداد دی۔ دس بارہ دن کسی کو آپ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ آپ کہاں اور کس حال میں ہیں جس کی وجہ اہل خانہ کے علاوہ اہل محلہ بھی پریشان رہے۔ بعد ازاں پولیس کی حفاظت میں مرکز پہنچ گئے مگر تشدد کی وجہ سے آپ کے زیادہ تر دانت ٹوٹ گئے اور منہ اتنا سوج گیا کہ کافی دن تک آنکھیں کھولنا بھی محال تھا۔ اس واقعہ کے بعد جونہی آپ کی طبیعت بحال ہوئی آپ پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جماعتی خدمت میں پیش پیش رہے۔

آپ نماز تہجد کے پابند اور صاحب رویا وکشف بھی تھے۔ اپنی نمازوں کے بارے میں ہم بچوں سے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ ’’ایک دفعہ نوجوانی کی عمر میں رات کو لیٹا ہوا تھا اور ابھی نماز عشاء نہیں ادا کی تھی کہ آنکھ لگ گئی۔ آدھی رات کو چڑیوں کے شور سے جاگا تو یاد آیا کہ نماز نہیں پڑھی تو اٹھ کر نماز ادا کی اور میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے مجھے یاد دہانی کروائی گئی ہے۔ کہنے لگے اس دن کے بعد سے میں نے کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی اور باقاعدگی سے تہجد بھی ادا کرتا ہوں۔‘‘ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد خوش الحانی سے باقاعدہ تلاوت قرآن کریم بھی کرتے۔ حتیٰ کہ دوکان پر بھی فارغ اوقات میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک صحت مند زندگی گزاری، اور وفات تک بغیر عینک کے تلاوت قرآن کریم کر لیتے تھے۔ جب تک ہمت رہی بچوں کو خود خط لکھا کرتے لیکن بڑھاپے کے باعث جب لکھنے کی ہمت نہ رہی تو الفضل سے دعائیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کاٹ کر ہمیں خط میں بھیجا کرتے۔ آپ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکز سے آنے والے مہمانوں کی خاص طور پر مہمان نوازی کرتے۔ شہر کا ہسپتال ہمارے گھر کے نزدیک ہے تو دور دراز سے جو مریض ہسپتال آتا تو ان کے عزیز واقارب ہمارے ہاں قیام کرتے۔ اسی طرح دیگر امور کے لئے شہر آنے والے احباب بھی ہمارے ہاں ہی قیام کرتے۔ کبھی کبھی تو یہ قیام طویل بھی ہو جاتا لیکن ہمیشہ خوش دلی سے مہمان نوازی کرتے تھے۔ اپنے کام کسی کو تکلیف دیے بغیر خود کرنا پسند کرتے تھے۔ انہیں صبح چائے پینے کی عادت تھی چنانچہ نماز تہجد کے وقت خود ہی اپنے لیے چائے تیار کر لیتے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اپنی طویل حیات میں تمام خاندان کی بے شمار خوشیاں دیکھیں۔ آپ نے اپنی تمام زندگی نیکی اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے گزاری اور اسکی ہمیں بھی نصیحت فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے شفقت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے، آمین۔ آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ دعا ہے خدا تعالیٰ ہم سب کو ان کی نیکیاں آگے بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

## آج کی دعا

رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا

(طٰہٰ:115)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے علم میں بڑھا دے۔

یہ قرآن مجید کی علم میں اضافہ کی دعا ہے۔

پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطۡلُبُوا الۡعِلۡمَ مِنَ الۡمَھۡدِ اِلَی اللَّحۡدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ اور آپؐ عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ پھر گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ یہ دعا کرتے رہیں کہ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔ وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آ رہے ہیں۔ یہ باتیں جو آج انسان کے علم میں آ رہی ہیں اس محنت اور شوق اور تحقیق اور لگن کی وجہ سے آ رہی ہیں جو انسان نے کی۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ 18 جون 2004ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

## بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر رہے۔ حدیث میں تو ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے جن کے سپرد کام ہوں اور وہ پوری ذمہ داری سے کام نہیں کر رہے ان کے لئے جنت حرام کر دیتا ہے۔ تو عہدیداران کے لئے تو یہ بہت بڑا انذار ہے تو جب خداتعالیٰ خود ہی حساب لے رہا ہے تو پھر متأثرہ فریق کو کیا فکر ہے۔ آپ نیکی پر قائم رہیں تو دنیاوی نقصان بھی خداتعالیٰ پورا فرما دے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے اور اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکریوں کو بآسانی شکار کر لیتا ہے اسی طرح شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ اگر جماعت بن کر نہ رہیں یہ ان کو الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔ فرمایا اے لوگو! پگڈنڈیوں پر مت چلنا بلکہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔ تو یہاں فرمایا کہ شیطان سے بچ کر رہنے کا ایک ہی طریق ہے کہ جماعت سے وابستہ ہو جاؤ اور اس زمانے میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی ہے جو الٰہی جماعت ہے جو دنیا میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خداتعالیٰ کا پیغام پہنچا رہی ہے۔ اور اگر کوئی اور جماعت، جماعت کہلاتی بھی ہے تو ان کے اور بھی بہت سارے سیاسی مقاصد ہیں۔ پس اس عافیت کے حصار کے اندر آ گئے ہیں تو پھر اس کے اندر مضبوطی سے قائم رہیں اور اطاعت کرتے رہیں۔ ورنہ جیسا کہ فرمایا کہ بھیڑیے ایک ایک کرکے سب کو کھا جائیں گے اور کھا بھی رہے ہیں۔ ہمارے سامنے روز نظارے نظر آ رہے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 27/ اگست 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

## بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آتی کہ عیسائی پادری محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اُس کے تعصب اور غیر رواداری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں، عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے یہ۔ کون تھا جس نے سپین سے ان مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے، بھگایا تھا کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور اُن کو غلام بنا لیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے؟ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو اُن کے مذہب، اُن کے پادریوں، لاٹ پادریوں اور راہبوں اور اُن کے گرجاگھروں کو اپنی جاگیر پر پُرامن طور سے رہنے دیا۔''

(As Cited in Apology for Mohammed by Godfrey Higgins, Lahore, page 123 - 124)

پس یہ مقابلہ یہ کر رہا ہے عیسائیوں اور مسلمانوں کا۔

پھر یہی گاڈفرے آگے لکھتے ہے کہ: ''خلفائے اسلام کی تمام تر تاریخ میں انکوزیشن (Inquisition) جیسی بدنام چیز سے نصف سے بھی کم بدنام چیز ہمیں نہیں ملتی۔ کوئی ایک واقعہ بھی کسی کو مذہبی اختلاف کی بنا پر جلا دینے یا کسی کو محض اس وجہ سے موت کی سزا دینے کا نہیں ہوا کہ مذہبِ اسلام کو قبول کیوں نہیں کرتا؟''

(ایضاً صفحہ 125-128)

یہ اُس تعلیم کا اثر تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی تھی۔

پھر ہسٹری آف دی سیراسان ایمپائر (History of the Saracen Empire) میں ایڈورڈ گِبن (Edward Gibbon) لکھتے ہیں کہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کی تبلیغ کے بجائے اُس کا دوام (یعنی ہمیشہ قائم رہنا) ہماری حیرت کا موجب ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ اور مدینہ میں جو خالص اور مکمل نقش جمایا وہ بارہ صدیوں کے انقلاب کے بعد بھی قرآن کے انڈین، افریقی اور ترک نو معتقدوں نے ابھی تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ مریدانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مذہب اور عقیدت کو ایک انسان کے تصور سے باندھنے کی آزمائش اور وسوسے کے مقابل پر ڈٹے رہے۔ اسلام کا سادہ اور ناقابل تبدیل اقرار یہ ہے کہ میں ایک خدا اور خدا کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ ''خدا کی یہ ذہنی تصویر بگڑ کر مسلمانوں میں کوئی قابلِ دید بُت نہیں بنی'' (یعنی یہ تصویر تھی خداتعالیٰ کی جو مسلمانوں میں بت نہیں بنی)۔ ''پیغمبر اسلام کے اعزازات نے انسانی صفت کے معیار کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور ان کے زندہ فرمودات نے ان کے پیروکاروں کے شکر اور جذبۂ احسان کو عقل اور مذہب کی حدود کے اندر رکھا ہوا ہے۔''

(History of the Sarasun Empire by Edward Gibbon, Alex Murray and Sons, London, 1870, page 54)

اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس کے مقابلے میں عیسائیوں نے بندے کو خدا بنا لیا۔

اللہ کرے کہ دنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لاتعلق رہنے یا مخالفت اور استہزاء کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔ دنیا کے نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر حقیقت پسند منصف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہوگا جیسا کہ مَیں نے آپ کو بہت سارے اقتباس پڑھ کر سنائے اور بے شمار اور بھی ہیں۔ پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہی ثابت ہوتی ہے اور آپ کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے مقامِ ختم نبوت جس کا ہر احمدی نے دنیا میں پرچار کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 5/ اکتوبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

# چھوٹی مگر سبق آموز بات

## مبلغین کے لئے دعا کریں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ

اگر اپنے سلسلہ کے مبلغوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کریں تو بہت مفید نتیجہ نکل سکتا ہے۔ پس تم لوگ جہاں اپنے نفس کے لئے دعائیں کرتے ہو وہاں مبلغین کے لئے کیوں نہیں کرتے؟ ان کے لئے بھی ضرور کرو۔ اور یاد رکھو کہ جب ان کے لئے کروگے تو وہ تمہارے اپنے ہی لئے ہوں گی کیونکہ خداتعالیٰ کہے گا جب یہ میرے ان بندوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں جو میری راہ میں نکلے ہوئے ہیں تو میں ان کے کام پورے کر دیتا ہوں۔ خداتعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1919ء)

(مرسلہ: حافظ عطاء النعیم۔ مبلغ سلسلہ برکینا فاسو)

| 27 دسمبر 2021ء | | طلوع فجر | غروب آفتاب |
| --- | --- | --- | --- |
| مکہ مکرمہ | 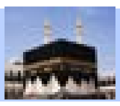 | 05:35 | 17:47 |
| مدینہ منورہ | 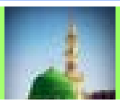 | 05:40 | 17:42 |
| قادیان | 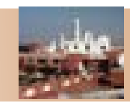 | 06:00 | 17:32 |
| ربوہ | | 05:40 | 17:12 |
| اسلام آباد ٹلفورڈ | | 06:37 | 16:01 |